سیرتِ خاتم الانبیاء

مسمّٰی بہ

اَوجَزُ السِّیَرِ لِخَیرِ البَشَر

یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع و مستند سوانح عمری

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مفتیٔ اعظم دار العلوم دیوبند

دارُالکِتاب دِیُوبَند

فہرست

رائے گرامی مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے ایک مکتوب سے اقتباسات السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رسالہ مع محبت نامہ پہنچا،جواب میں دیر اس لئے ہوئی کہ شروع کر کے چھوڑنے کوجی نہ چاہا اور فرصت ہوتی نہیں اس لئے جب سب دیکھ لیا اس وقت جواب لکھا۔رسالہ دیکھ کر جس قدر خوشی ہوئی ہے اس کی حد توکیا بیان کروں،بجائے حد بیان کرنے کے یہ دعا دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسی ہی خوشی اس کی جزاسے آپ کو دے۔بجائے تقریظ کے ان واقعات کا ذکر کروں جو رسالہ کے مطالعہ تفصیلیہ کے وقت پیش آئے جو بالکل سچے اور سادے ہیں،خواہ اسی کوتقریظ سمجھ لیا جائے۔

(۱)مضامین پڑھنے کے وقت بے تکلف ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہرواقعہ میں حضورﷺکی خدمت میں حاضر ہوں اور واقعات کا معائنہ کر رہا ہوں،اس کا سبب بیان کی بلاغت ہے۔

(۲)جب رسالہ ختم کر چکا ہوں واقعہ کا مرتب نقشہ ایسا مجتمع معلوم ہوتا تھا کہ میں خوداس کی کوشش کرتا تواس درجہ کامیاب نہ ہوسکتا تھا۔

(۳)اختصار کے ساتھ جامع اس قدر معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی واقعہ نظر سے اوجھل نہیں ہوا۔

(۴)ہرواقعہ میں حضورﷺکی ایسی شان نظروں میں پھر جاتی ہے کہ پہلے سے زیادہ حضور کی محبت وعظمت قلب میں بڑھ گئی اور یہ سب کچھ اس تالیف کی برکت سے ہوا۔

(۵)اور بھی بہت سے وجدانی امورذوقاً مطالعہ سے پیدا ہوئے۔ہاں ایک بات اوریاد آگئی کہ مؤلف سے محبت بڑھ گئی اور ایسے نظر آنے لگے کہ پہلے سے ایسا نہیں سمجھا تھا خصوصاً عبارت کا انداز جس سے واقعات اصلی حالت پر جاندار نظر آتے تھے۔نہ ایسا پرانا کہ جس کو اس وقت چھوڑنے کی رائے دی جاتی ہے اور نہ ایسا نیا جو حقیقت کو ملتبس کر دیتا ہے بہر حال رسالہ ہر پہلو سے محبوب ودلکش اور اپنے مؤلف

کے کمالات کا آئنہ ہے اس کو ختم کر کے جازم رائے دیتا ہوں کہ اس کے درس سے کسی کو خالی نہ چھوڑا جائے اور میرے مشورے سے جو اس رائے کو قبول کریں گے ان سب سے پہلے میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی دس جلدوں کی ویلو میرے نام کر دیں تاکہ میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لئے دوں۔ میں نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے اس میں ایک حرف تکلف سے نہیں لکھا۔ اس سے زائد میرے مزاج کے خلاف ہے اگر پسند ہو شائع کرنے کی اجازت ہے۔

والسلام (مولانا اشرف علی صاحب)

از تھانہ بھون ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ

مفتی اعظم مولانا عزیزالرحمان صاحب عثمانی کی رائے

بندہ نے کتاب مستطاب اوجزالسیرالخیرالبشر (سیرت خاتم الانبیاء) مؤلفہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو "من اولہ الی آخرہ" نہایت شوق و محبت سے دیکھا اور اس کے مطالعہ سے محظوظ و مسرور رہا۔ حق یہ ہے کہ اس موضوع میں یہ کتاب لاجواب ہے اور جامع احوال و اخلاق و مناقب و کمالات نبویہ ﷺ ہونے کی وجہ سے ذخیرہ سعادت دنیویہ واخرویہ ہے اور حاوی فضائل وخصائص خاتم الانبیاء وسید الاصفیاء ہونے کے سبب حرز جان بنانے کے قابل ہے مؤلف نے نہایت فصاحت وبلاغت والمجاز محمودہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات و وقائع کو جمع کر دیا ہے۔ اور مطالب عالیہ ومضامین دقیقیہ مثل تعداد ازدواج ومشروعیت جہاد وغیرہ کو بدلائل واضحہ عام فہم کر دیا ہے در حقیقت یہ کتاب آئینہ کمالات و عظمت ورافت ورحمت وجاہ وجلال حضرت سیدالانس والجن صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ ہے جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتا

ہے اور آنحضرت ﷺ کی محبت اضعاف ومضاعف ہو جاتی ہے پس مشورہ احقر کا یہ ہے کہ اہل اسلام اس کی اشاعت میں پوری کوشش کریں اور کوئی گھر اور کوئی انجمن ومدارس اس سے خالی نہ ہوں۔

ایں سعادت نیست کہ حسرت بردبراں   جویائے تخت قیصر وملک سکندری

حق تعالیٰ اپنے فضل ولطف سے مؤلف سلمہ کو جزائے خیر دارین عطا فرمائے اور کتاب کو مقبول اور بندگان خاص کو اس سے نفع پہنچائے۔

کتبہ الاحقر عزیز الرحمن الدیوبندی العثمانی

مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ

صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

رسالہ اوجزالسیر الخیر البشر (سیرت خاتم الانبیاء) مؤلفہ مولوی محمد شفیع علماء کی تقریظوں اور تحسینوں کے ساتھ ایک مرتبہ شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے اب مؤلف ممدوح نے دوسری دفعہ عمدہ اضافہ کے ساتھ طبع کیا ہے۔ جن حضرات کو مختصر سیرت نبی کریم ﷺ کی دیکھنی ہو وہ اس کا مطالعہ فرمائیں اختصار کے ساتھ معتمد علیہ اور مستند نقل بھی انشاءاللہ دستیاب ہوجائے گی تبلیغ کے انجام دینے والے حضرات اور طلبہ مشکوتہ شریف بھی اس رسالہ کے محتاج ہیں۔ حق تعالیٰ مؤلف کو اجر جزیل دے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

مجاہد فی سبیل اللہ مولانا سید حسین احمد مدنی

آپ نے سلہٹ سے ایک مکتوب گرامی کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کے رسالہ (سیرت خاتم الانبیاء) کے پہلے ایڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پاکر نصاب میں داخل کر چکا ہوں ،عنقریب اس کے متعلق ایک جلسہ کمرلا میں منعقد ہوگا اور یہ نصاب انشاءاللہ تمام صوبہ بنگال وآسام کے قومی مدارس کے لئے معمول بہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم اور دیگر بزرگوں کی تحریرات کے بعد ہم جیسے ناکاروں کا کچھ بھی لکھنا منہ چڑانا اور سخت بے ادبی ہے۔

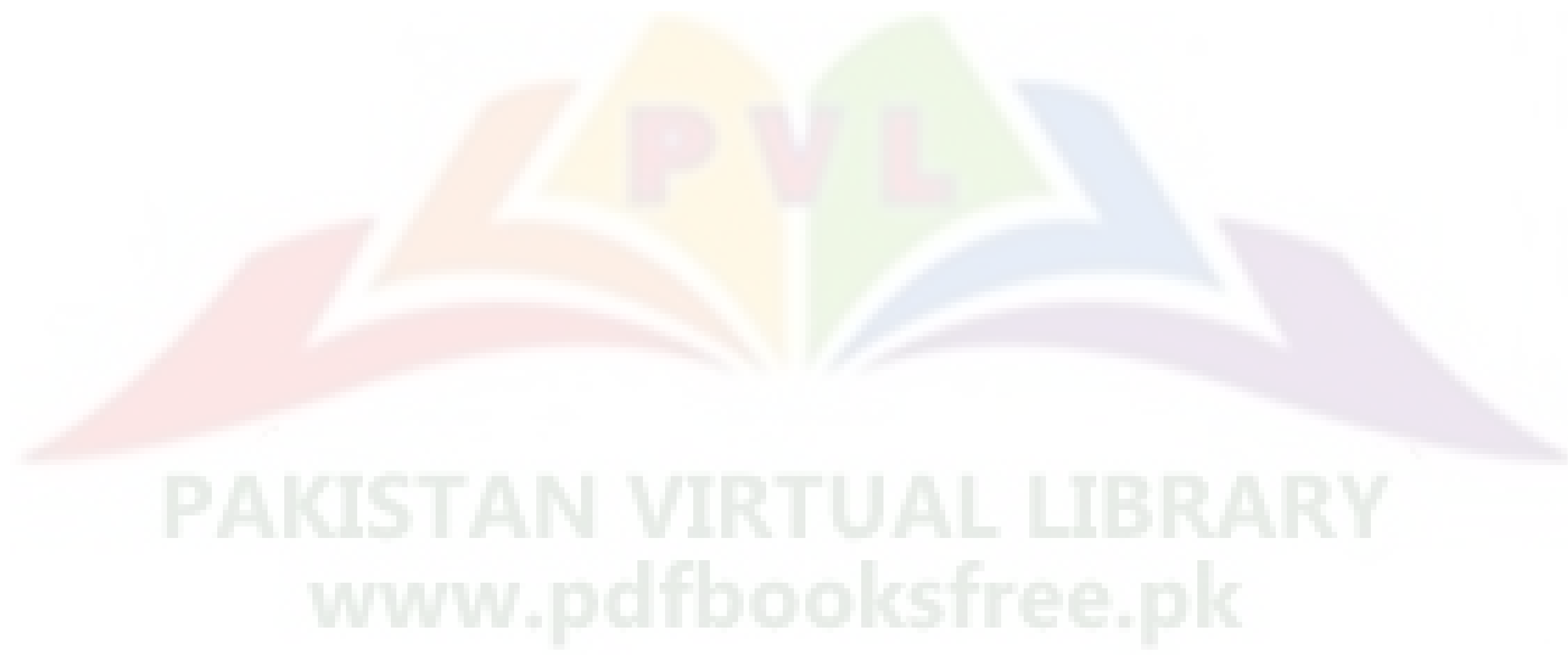
حضرت مولانا سید اصغر حسین رحمتہ اللہ علیہ

محدث دارالعلوم دیوبند

مولوی محمد شفیع میرے سامنے کے بچے ہیں مگر ان کا علم وفضل مجھے ان کو مولانا محمد شفیع کہنے پر مجبور کرتا ہے ان کی عربی واردو تصانیف کی تعداد ایسی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ مجھ جیسے ضعفاء پابہ رکاب بوڑھوں کو رشک آوے تو بجا ہے دونوں زبانوں میں سلاست زبان اور حسن بیان حق تعالی نے ان کو عطا فرمایا ہے نئی روشنی اور جدید تمدن کے اثر نے جو جا بجا نظر فریب مگر مہلک غار ڈال دیئے ہیں لوگوں کو ان سے بچانے کی فکر کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

اپنی تازہ تالیف پر مجھ سے کچھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں ۔ضرورت زمانہ اور اسلامی تعلیم کے لیے یہ کتاب نہایت مناسب اور مفید ہے اختصار تو ہونا ہی چاہئے تھا کیونکہ نام ہی اوجز السیر (یعنی نہایت مختصر سوانح عمری) ہے مگر اس اختصار ہی میں ضروری اور کارآمد باتیں بہت سی آگئی ہیں۔اس قسم کی سہل اور مختصر تالیفات کے ذریعہ سے اسکول کے طالب علموں اور کاروباری مسلمانوں اور پردہ نشین بیبیوں کے

قلوب میں جناب رسالت مآب ﷺ کی عظمت و محبت بٹھلانے کے لئے سیر صالحہ اسوہ حسنہ کی پیروی کا شوق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی کتاب کو حسن اور فاضل مؤلف کو جزائے حسن اور مزید توفیق عطا فرما کر ان کے علم و عمل میں ترقیات عطا فرمائیں۔ آمین



انتساب

مصنفین کا معمول ہے کہ اپنی تصینفات کسی اپنے صاحب اقتدار مربی کی خدمت میں تحصیل برکت واظہار عقیدت کے لئے بطور نذر پیش کرتے ہیں یہ ناکارہ خلائق اس تحفہ گدائی اور نوائے بے نوائی کو سیدالاولین والآخرین فخر نبی آدم ﷺ بارگاہ جلالت پناہ پیش کر کے عرض کرتا ہے۔

وجئنا ببضاعته مزجا ة فارف لنا الكيل

وتصدق علينا ان الله يجزى المتصدقين۔

بضاعت نیاوردم الاامید

احوج الناس الى الشفيع الرفيع

محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ ولوالدیہ (۱۳۴۳ھ)

مقدمہ

امابعد! سرور کائنات، فخر موجودات، روح دوعالم رسول اکرم ﷺ کی سیرت (سوانح عمری) پڑھنے پڑھانے کی ضرورت محتاج بیان نہیں یہی وجہ ہے کہ امت میں جب سے تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا آج تک ہر قرن ہر زمانہ کے علماء نے اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی سیرتیں لکھیں اور اس غیر منقطع سلسلہ میں خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی غیر محصور کتابیں زیر تصنیف آچکی ہیں اور کتنی آنے والی ہیں۔

نہ من برآں گل عارض غزل سرایم وبس کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزاراں اند مسلمانوں سے بڑھ کر سینکڑوں کی تعداد میں کفار نے آپ ﷺ کی سیرتیں لکھی ہیں یورپین مورخین نے اس میں بڑا حصہ لیا ہے جن میں بیس تیس تو ہمیں معلوم ہیں لیکن ان لوگوں نے عام طور پر واقعات کے بیان میں شدید تعصب سے کام لیا ہے اس لیے مسلمانوں کو ان کے مطالعہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔

الغرض بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں آج تک کسی انسان کی سیرت کا اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔ ایک یورپین سیرت نگار لکھتا ہے۔

''محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے'' (از سیرت النبی ﷺ)

اردو زبان میں بھی قدیم وجدید بہت سی سیرتیں موجود ہیں جو اہل ہند کی طرف سے اس فریضہ کو ادا کر چکی ہیں لیکن میری نگاہ عرصہ سے ایسی مختصر سیرت کو ڈھونڈ رہی تھی جس کو ہر کاروباری مسلمان مرد وعورت دو تین مجلسوں میں ختم کر کے اپنا ایمان تازہ کر سکے اور اسوہ نبویہ ﷺ کو اپنا رہنما بنا سکے اور جو اسلامی انجمنوں اور مدارس کے ابتدائی نصاب میں درج ہو سکے اور جس میں اختصار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کا اجمالی نقشہ اپنے اصلی رنگ میں مکمل طور سے روایت میں احتیاط کو مدنظر رکھ کر پیش کر دیا گیا ہو۔ مگر ایسا کوئی رسالہ اردو زبان میں میری نگاہ سے نہ گزرا، اسی عرصہ میں بعض احباب شملہ نے اپنی اسلامی انجمن کے

لئے ایک ایسے رسالہ کی ضرورت محسوس کر کے احقر سے فرمائش کی تو وہ باوجود اپنی کم علمی اور پھر اس کے ساتھ مشاغل تعلیم و تعلم کے اس خیال سے قلم اٹھایا کہ جس وقت سید الکونین ﷺ کے سیرت نگاروں کے نام پیش ہوں، شاید کسی گوشہ میں اس سیہ کار کا نام بھی آجائے۔

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست

اس لئے بنام خدا اس رسالہ کو شروع کیا اور امور ذیل کا التزام کرتے ہوئے سیرت کی معتبر کتابوں کا لب لباب اس میں پیش کر دیا۔

(۱) اس کا خاص لحاظ رکھا گیا کہ رسالہ طویل نہ ہوجائے اور اسی وجہ سے ملک عرب کے جغرافیائی حالات اور عجم وعرب کی حالت قبل از اسلام وغیرہ جو سیرت کا جزو سمجھے جاتے ہیں اور ایک حدتک مفید بھی ہیں ان سے قطع نظر کر کے صرف ان حالات پر اکتفاء کرنا پڑا جو خاص آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق ہیں اور اسی اختصار کی وجہ سے اس کا نام اوجزالسیر الخیر البشر بھی رکھا گیا۔

(۲) اختصار کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ جامعیت ہاتھ سے نہ جانے اور بحمداللہ تقریبا تمام ضروری واقعات اس رسالہ میں لئے گئے ہیں۔

(۳) مسائل جہاد، تعداد ازدواج وغیرہ جو مخالفین کے اوہام ہیں ان کے بھی موٹے موٹے شافی جوابات درج کئے گئے ہیں۔

رسالہ کا ماخذ

کل معتبر اور مستند کتابیں ہیں جن کے حوالے بھی ہر موقعہ پر بقید صفحات لکھ دئے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ (۲) صحاح ستہ مع شروح (۳) کنزالعمال (۴) خصائص کبریٰ للسیوطی (۵) مواہب لدنیہ (۶) سیرت مغلطائی (۷) سیرت ابن ہشام (۸) شفاء قاضی عیاض مع شرح خفاجی (۸) سیرت

حلبیہ(۱۰)زاد المعادازعلامہ ابن قیم (۱۱)تاریخ ابن عساکر (۱۲)سرور المحزون ازحضرت شاہ ولی اللہ (۱۳)اوجزالسیر ازشیخ ابن فارس (۱۴)نشر الطیب مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہ وغیرہ وغیرہ۔

خدا تعالی کا ہزاراں ہزار شکر ہے کہ اس نے ناچیز سعی کوقبولیت عطا فرمائی اور سب سے پہلے[۱]سیدی مرشدی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے اس کو پسند فرما کر خانقاہ امدایہ کے نصاب درس میں داخل فرمایا اوراپنے رسالہ تتمات وصیت میں اس کا اعلان فرماتے ہوئے دوسروں کوابھی اس طرف رغبت دلائی ۔

چنانچہ صرف تین ماہ میں پنجاب ،ہندوستان،بنگال کے سو سے زائد مدارس اور اسلامی انجمنوں کے نصاب میں داخل کرلیاگیا۔ حال میں جناب مہتم صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے اطلاع دی ہے کہ ان کی مجلس شوریٰ نے بھی اس کوابتدائی نصاب میں داخل کر لیا ہے۔ والحمدللہ اولہ وآخرہ۔ بندہ محمد شفیع عفااللہ عنہ ۷ ۲ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ

---

[۱] یہ آج سے تقریبا پچیس تیس سال پہلے کا ذکر ہے، اب تو خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان پاکستان کے بہت سے مدارس اوراسکولوں میں داخل ہوچکی ہے۔ اور مجموعی طور پر لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوچکی ہے۔ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب شریف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مطہر تمام دنیا سے زیادہ شریف[1] اور پاک ہے اور یہ وہ بات ہے کہ تمام کفار مکہ اورآپ کے دشمن بھی اس سے انکار نہ کر سکے۔ابو سفیان نے بحالت کفر شاہ روم کے سامنے اس کا اقرار کیا حالانکہ وہ اس وقت چاہتے تھے کہ اگر کوئی گنجائش ملے توآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہاں تک سلسلہ نسب اجماع امت سے ثابت ہے اوریہاں سے حضرت آدم علیہ السلام تک اختلاف ہے اس لئے اس کوترک کیا جاتا ہے۔

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب یہ ہے:

محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔اس سے معلوم ہواکہ کلاب بن مرہ میں آپ کے والدین کا نسب جمع ہو جاتا ہے۔

---

[1] دلائل ابو نعیم میں مرفوعا روایت ہے جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مشرق و مغرب میں پھرا،مگر بنی ہاشمی سے افضل کوئی خاندان نہیں دیکھا۔

ولادت سے پہلے آپ ﷺ کی برکات کا ظہور

جس طرح آفتاب سے پہلے صبح صادق کی عالمگیر روشنی اور پھر شفق سرخ دنیا کو طلوع آفتاب کی بشارت دیتے ہیں اسی طرح جب آفتاب نبوت کا طلوع ہوا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے واقعات ظاہر کئے گئے جو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر دیتے تھے جن کو محدثین و مورخین کی اصطلاح میں ارہاصات کہا جاتا ہے۔
آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے بطن میں بصورت حمل مستقر ہوئے تو انہیں خواب میں بشارت دی گئی کہ وہ بچہ جو تمہارے حمل میں ہیں اس امت کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو تم یوں دعا کرنا ان کو ایک خدا کی پناہ میں دیتی ہوں ان کا نام محمد ﷺ رکھنا۔ (سیرت ابن ہشام) اور فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے حمل رہنے کے بعد میں نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصری علاقہ شام کے محلات ان کے سامنے آ گئے (ابن ہشام) اور فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ ﷺ سے زیادہ سہل اور سبک ہو یعنی ایام حمل میں جو متلی یا ستی وغیرہ عموما عورتوں کو رہتی ہے وہ کچھ۔۔۔ مجھے پیش نہیں آئیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات رونما ہوئے جن کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت

اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں اس سال ہوئی جس میں اصحاب فیل[1] نے بیت اللہ پر حملہ کیا اور خداوند عالم نے ان کو ابابیل یعنی چند حقیر جانوروں کی ٹکڑیوں کے ذریعے شکست دی جس کا اجمالی واقعہ قرآن عزیز میں بھی موجود ہے اور درحقیقت واقعہ فیل بھی آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کی برکات کا مقدمہ تھا۔ جائے ولادت وہ مکان ہے جو بعد میں

---

[1] یمن کے بادشاہ نے ہاتھیوں کی فوج لے کر بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی ان لوگوں کو اصحاب فیل کہا جاتا ہے۔

حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ آیا تھا[1] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ واقعہ فیل ۲۰اپریل ۵۷۱ءمیں ہوا جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ سو اکہتر سال بعد ہوئی۔

امام حدیث [2]ابن عساکر نے دنیا کی مجمل تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار دو سو برس کا فاصلہ ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک ایک ہزار ایک سو بیالیس سال کا اور ابراہیم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک پانچ سو پینسٹھ برس کا اور موسیٰ علیہ السلام سے دؤدعلیہ السلام تک پانچ سو بہتر اور دؤد علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ایک ہزارتین سو چھپن اور عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے درمیان چھ سو برس کا فاصلہ گزرا ہے اس حساب سے ہمارے رسول مقبول ﷺ تک پانچ ہزار بیس سال ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی مشہور قول کے مطابق چالیس کم ایک ہزار سال ہوئی ہے اس لئے آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے تقریبا چھ ہزار سال یعنی ساتویں ہزار سال میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ رونق افروز ہوئے (تاریخ ابن عساکر محمد بن اسحاق صفحہ ۱۹، ۲۰ جلد ۱)۔

الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ [3]روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض آدم علیہ السلام اور اولاد آدم

---

[1] دروس التاریخ اسلامی صفحہ ۱۱۴ للخیاط ۱۲ منہ۔

[2] اس تفصیل سے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں لیکن ابن عساکر نے اس کو صحیح فرمایا ہے (صحفہ نمبر ۲۱ جلد ۱)

[3] اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں 'دوسری آٹھویں 'دسویں 'بارہویں 'حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے مگر مشہور قول بارہویں تاریخ ہے یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن

کا فخر، کشتی نوح علیہ السلام کی حفاظت کا راز، ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز عالم ہوتے ہیں ۔ ادھر دنیا کے بت کدہ میں آفتاب نبوت کا ظہور ہوتا ہے ادھر ملک فارس کے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آتا ہے جس سے اس کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں ۔ بحیر ساوہ (ملک فارس کا ایک دریا) دفعتہً خشک ہو جاتا ہے فارس کے آتش کدہ کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو جاتی ہے (سیرت مغلطائی صفحہ ۵)

اور یہ درحقیقت آتش پرستی اور ہر گمراہی کے خاتمہ کا اعلان اور فارس اور روم کی سلطنتوں کے زوال کی طرف اشارہ ہے صحیح احادیث میں ہے کہ ولادت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے بطن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق ومغرب روشن ہوگئے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارے دیئے ہوئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف دیکھا ۔ (مواہب لدینہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کو ان کے والد عبدالمطلب نے حکم کیا کہ مدینہ طیبہ سے کھجوریں لائیں ۔ عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بصورت حمل چھوڑ کر چلے گئے ۔ اتفاقاً وہیں ان کی وفات[1] ہوگئی اور والد کا سایہ پیدائش سے پہلے ہی سر سے اٹھ گیا ۔ (سیرت مغلطائی صفحہ ۷)

اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جونویں تاریخ کو بزریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلافات مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بنا پر کی جائے (کذافی المواھب)۔

[1] ایک روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد ہوا یہ جب کہ آپ کی عمر سات مہینے تھی ۔ لیکن زادالمعاد میں ابن قیم نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے ۱۲۔ زادالمعاد صحفہ ۲ جلد ۱۔

زمانہ رضاعت اور زمانہ طفولیت

سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابولہب کی کنیز ثویبہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد یہ دولت خداداد حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیب ہوئی۔ (مغلطائی)

شرفاء عرب کی عام عادت تھی کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے قرب وجوار کے دیہات میں بھیج دیتے تھے جس سے بچوں کی جسمانی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص عربی بھی سیکھ جاتے تھے اور اسی لئے گاؤں کی عورتیں اکثر شہروں میں شیر خوار بچے لینے کے لئے جایا کرتی تھیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں (طائف) سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال قحط تھا میری گود میں ایک بچہ تھا (مگر فقر وفاقہ کی وجہ سے) اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے رات بھر وہ بھوک سے تڑپتا تھا اور ہم اس کی وجہ سے بیٹھ کر رات گزارتے تھے ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا۔ مکہ کے سفر میں جس دراز گوش پر سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا ہمراہی بھی اس سے تنگ آ رہے تھے۔ بالآخر مشکل سے یہ سفر طے ہوا مکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کو جو عورت دیکھتی تھی اور یہ سنتی کہ آپ ﷺ یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ تھی ادھر حلیمہ کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا ان کے دودھ کی کمی ان کے لئے رحمت بن گئی کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ خالی ہاتھ واپس جائیں۔ خالی سے بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے چلوں شوہر نے منظور کیا اور یہ اس در یتیم کو لے آئیں جس سے آمنہ اور حلیمہ کے گھر نہیں بلکہ مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔

خدا کا فضل تھا کہ حلیمہ کی قسمت جاگی اور سرور کائنات ﷺ ان کی گود میں آ گئے فرودگاہ پر لا کر دودھ پلانے بیٹھی تو برکات کا ظہور شروع ہو گیا۔ اس قدر دودھ اترا کہ آپ نے بھی اور آپ کے رضائی بھائی

نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے سو گئے۔ ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے لبریز تھے میرے شوہر نے اس کا دودھ نکالا اور ہم سب نے سیر ہو کر پیا اور رات بھر آرام سے گزاری۔ مدتوں بعد یہ پہلی رات تھی کہ ہم نے اطمینان کے ساتھ نیند بھر کر سوئے۔

اب تو میرا شوہر بھی کہنے لگا کہ حلیمہ تم تو بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو میں نے کہا کہ مجھے بھی یہی توقع ہے کہ یہ نہایت مبارک لڑکا ہے اس کے بعد ہم مکہ سے روانہ ہوئے میں آپ ﷺ کو گود میں لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی مگر اس مرتبہ خدا کی قدرت کا یہ تماشا دیکھتی ہوں کہ اب وہ اتنا تیز چلتا ہے کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں؟

الغرض راستہ قطع ہوا ہم گھر پہنچے وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا تمام دودھ کے جانور دودھ سے خالی تھے لیکن میرا گھر میں داخل ہونا تھا اور میری بکریوں کا دودھ سے بھرنا، اب روز میری بکریاں دودھ سے بھری آتی ہیں اور کسی کو ایک قطرہ بھی نہیں ملتا۔ میری قوم کے لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنے جانور اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں مگر وہاں تو چراگاہ اور جنگل کی خصوصیات نہ تھی بلکہ کسی اور ہی لعل کی خاطر منظور تھی اس کو وہ لوگ کہاں سے لاتے۔ چنانچہ ایک ہی جگہ چرنے کے بعد بھی ان کے جانور دودھ سے خالی اور میری بکریاں بھری ہوئی آتی تھیں۔ اسی طرح ہم برابر آپ ﷺ کی برکات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے۔ اور میں نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا۔ (الصالحات)

آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام

حلیمہ کا بیان ہے کہ جس وقت آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا تو یہ کلمات آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہوئے اللہ اکبر کبیرا ولحمدللہ حمدا کثیر اوسبحان اللہ بکرتہ واصیلا یہ آپ ﷺ کا سب

سے پہلا کلام تھا۔[1] آپ ﷺ کا نشوونما اور سب بچوں سے اچھا تھا کہ دو سال ہی میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ اب ہم حسب قاعدہ آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ ﷺ کی برکات کی وجہ سے آپ ﷺ کو چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا اتفاقاً اس سال مکہ میں طاعون پھیل رہا تھا۔ ہم وبا کا بہانہ کر کے پھر آپ ﷺ کو ساتھ واپس لے آئے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس رہے باہر نکلتے اور لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے مگر خود علیحدہ رہتے تھے۔ ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ میرے دوسرے بھائی دن بھر نظر نہیں آتے وہ کہاں رہتے ہیں میں نے کہا وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان کے ساتھ بھیجا[2] کرو اور اس کے بعد اپنے رضاعی بھائی (عبداللہ) کے ساتھ جایا کرتے تھے (خصائص ج ۱) ایک مرتبہ دونوں مویشی میں پھر رہے تھے کہ عبداللہ دوڑتے اور ہانپتے ہوئے گھر پہنچے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کر دیا میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں ہم دونوں گھبرائے ہوئے جنگل کو دوڑے دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور پیٹ چاک کر کے اس میں سے کچھ ڈھونڈ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا ہم آپ ﷺ کو گھر[3] لائے اس کے بعد میں آپ ﷺ کو ایک کاہن کے پاس لے گئی[4] وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور آپ ﷺ کو اپنے سینے پر اٹھا لیا، اور چلانا شروع کیا کہ اے آل عرب دوڑو جو بلا تم پر عنقریب

---

[1] اخرجہ البیہقی عن عباس کذافی الخائص ص ۵۵ ج ۱

[2] بچپن کے زمانہ میں داعیہ مساوات قابل دید ہے کہ جب میرا بھائی کام کرتا ہے تو میں کیوں نہ کروں ۱۲ منہ

[3] سیرت ابن ہشام بحاشیہ زادالمعاد ۱۲ منہ

[4] اسلام سے پہلے کچھ لوگ جنات و شیاطین کے ذریعہ آسمانی خبریں اور چھپی ہوئی باتیں معلوم کر کے غیب دانی کے مدعی ہوتے تھے ان کو کاہن کہا جاتا تھا ۱۲۔

پہنچنے والی تھی اس کو دفع کرو جس کی صورت یہ ہے کہ اس لڑکے کو قتل کر دو اور اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو یاد رکھو کہ تمہارے دین کو مٹا دے گا اور ایسے مذہب کی طرف تمہیں دعوت دے گا جو تم نے اب تک کبھی نہیں سنا۔

حلیمہ یہ سن کر جھنجھلا اٹھی اور آپ ﷺ کو اس بدبخت کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہا کہ تو دیوانہ ہوگیا ہے تجھے خود اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیے۔ حلیمہ آپ ﷺ کو لے کر گھر آگئیں لیکن اس دوسرے واقعہ نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیں کیونکہ کماحقہ تحفظ نہ کر سکتی تھیں۔(ماخوذ شواھد النبوۃ للمولانا الجامی وخصائص کبریٰ ص ۵۵)

جب مکہ پہنچ کر آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ شریف کے سپرد کیا تو انہوں نے حلیمہ سے پوچھا کہ باوجود خواہش کر کے واپس لے جانے کے اس قدر جلد واپس لے آنے کی کیا وجہ ہے اصرار کے بعد حلیمہ کو تمام واقعہ عرض کر دینا پڑا۔ انہوں نے سن کر فرمایا بے شک میرے بیٹے کی ایک خاص نشانی ہے اور پھر ایام حمل اور وقت ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنائے (ابن ہشام ص ۸)

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات

جب آپ ﷺ کی عمر شریف چار پانچ برس ہوئی تو مدینہ سے واپس ہوتے ہوئے بمقام ابواء آپ ﷺ کی والدہ نے بھی دنیا سے رحلت فرمائی۔(مغلطائی ص ۱۰)

بچپن کا زمانہ چھ سال کی عمر ہے والد کا سایہ پہلے ہی اٹھ چکا ہے والدہ کی آغوش شفقت کا بھی خاتمہ ہوا ،لیکن یہ یتیم جس آغوش رحمت میں پرورش پانے والا ہے وہ ان اسباب سے بے نیاز ہے۔

عبدالمطلب کی وفات

والدین کے بعد آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہے لیکن خدائے قدوس کو دکھلانا تھا کہ یہ نونہال محض آغوش رحمت میں پرورش پانے والا ہے مسبب الا سباب اِن کی تربیت کا خود کفیل ہو چکا

ہے۔جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ برس دومہینہ دس دن کی ہوئی تو عبدالمطلب بھی دنیا سے رحلت فرما گئے۔

آپ ﷺ کا سفر شام

اس کے بعد آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابو طالب آپ ﷺ کے ولی ہوئے ان کے پاس رہے یہاں تک کہ آپ کی عمر شریف بارہ برس دو مہینہ کی ہوئی تو ابو طالب نے تجارت کے لئے ملک شام کے سفر کا ارادہ کیا آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے راستے میں مقام تیماء میں اقامت فرمائی۔

آپ ﷺ کے متعلق یہود کے ایک بڑے عالم کی پیشینگوئی

آپ ﷺ مقام تیماء میں مقیم تھے کہ اتفاقاً یہود کے ایک بڑے عالم جن کو بحیرا راہب کہا جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ کے پاس سے گزرے۔آپ ﷺ کو دیکھ کر ابو طالب سے خطاب کیا کہ یہ لڑکا جو آپ کے ساتھ ہے کون ہے؟ابو طالب نے کہا کہ میرا بھتیجا ہے بحیرا نے کہا کیا آپ اس پر مہربان ہیں اور اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں،ابو طالب نے کہا بے شک،یہ سن کر بحیرا نے خدا کی قسم کھائی اور کہا اگر تم اس کو شام لے گئے تو اس کو یہود قتل کر ڈالیں گے کیونکہ یہ خدا کا نبی ہے جو یہود کے دین کو منسوخ کرے گا میں اس کی صفات اپنی کتاب میں پاتا ہوں۔

(فائدہ)بحیرا راہب چونکہ تورات کا عالم تھا۔اور تورات میں آنحضرت ﷺ کا پورا مذکور تھا اس لئے اس نے دیکھ کر آپ ﷺ کو پہچان لیا کہ یہ وہی خاتم الانبیاء ہیں جو تورات کو منسوخ اور احبار یہود کی حکومت کا خاتمہ کریں گے ابو طالب کو بحیرا کے کہنے سے خطرہ پیدا ہوا اور آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ واپس کر دیا۔(مغلطائی ص ۱۰)

دوبارہ سفر شام بغرض تجارت

مکہ معظمہ میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ اس وقت ایک مالدار عورت تھیں اور ساتھ ہی نہایت عقلمند اور تجربہ کار، جن لوگوں کو ہوشیار اور معتبر سمجھتیں ان کو اپنا مال سپرد کردیتیں کہ فلاں جگہ جا کر فروخت کر آؤ۔ اس قدر تم کو بھی دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اگرچہ اس وقت تک ظہور نہ ہوا تھا، لیکن آپ ﷺ کی دیانت اور امانت کا تمام مکہ والوں میں بڑا شہرہ تھا اور ہر ایک کو آپ ﷺ کے برگزیدہ اور پاک اخلاق کا اعتبار تھا۔ آپ ﷺ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ شہرت اور بزرگی خدیجہ رضی تعالیٰ عنہُ پر پوشیدہ نہ تھی۔ اسلئے انہوں نے چاہا کہ اپنی تجارت کو آپ ﷺ کے سپرد کر کے آپ ﷺ کی دیانت داری سے نفع اٹھائیں۔ رسول اللہ ﷺ سے کہلا بھیجا کہ اگر ہماری تجارت کا مال شام کو لے جائیں تو ہم اپنا ایک غلام آپ ﷺ کی خدمت کیلئے ہمراہ کر دیں اور دوسرے لوگوں کو نفع میں سے جو حصہ دیا جاتا ہے اس سے زیادہ آپ ﷺ کی خدمت کریں۔

آپ ﷺ کی ذات مبارکہ چونکہ بلند ہمت اور وسیع الخیال ہستی واقع ہوئی تھی، فوراً اس بعید سفر کے لئے تیار ہوگئے اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے غلام میسرہ کو ساتھ لے کر ۱۲ ذی الحجہ کو شام کی طرف روانہ ہوگئے، وہاں اس مال کو نہایت عقلمندی سے بہت زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر دیا اور شام سے دوسرا مال خرید کر واپس ہوئے۔ مکہ معظمہؔ میں لا کر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کو مال سپرد کر دیا۔ اس کو خدیجہ رضی تعالیٰ عنہُ نے یہاں بیچا تو دوچند کے قریب نفع ہوا۔ شام کے راستہ میں جب آپ ﷺ ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے ایک راہب نسطور نامی نے آپ ﷺ کو دیکھا اور نبی آخر الزمان کی جو علامتیں پہلی کتابوں میں لکھی تھیں آپ ﷺ میں دیکھ کر پہچان گیا، راہب میسرہ کو جانتا تھا اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ

یہ کون شخص ہیں اس نے کہاکہ مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں۔قریش کے ایک شریف (نوجوان) ہیں اس نے کہاکہ یہ نبی ہونگے (از مغلطائی ص ۱۲،والصالحات)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ایک عقلمند فہمیدہ عورت تھیں۔آپ ﷺ کی شرافت اور محیرالعقول اخلاق کو دیکھ کر ان کو ایک سچا اعتقاد اور خالص انس ہوگیا۔جس سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے خود ارادہ کیا کہ آپ ﷺ منظور فرماویں توآپ ﷺ ہی سے نکاح کرلیں۔

جب آنحضرت ﷺ کی عمر پچیس[1]سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے نکاح مقرر ہوا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہٗ کی عمر اس وقت چالیس اور بعض روایات کی رو سے پینتالیس سال تھی۔(مغلطائی) نکاح میں ابو طالب اور بنو ہاشم اور رؤساءِ مضر سب جمع ہوئے۔ابو طالب نے خطبہ پڑھا،اس خطبہ میں ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کے متعلق جو الفاظ کہے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"یہ محمد بن عبداللہ ہیں جو اگر چہ مال میں کم ہیں لیکن شریفانہ اخلاق اور کمالات کی وجہ سے جس شخص کو آپ ﷺ کے مقابلہ میں رکھا جائے آپ ﷺ اس سے زیادہ عالی مرتبہ نکلیں گے کیونکہ مال ایک زائل ہو جانے والا سایہ اور لوٹنے والی چیز ہے اور یہ محمد ﷺ جن کی قرابت کو تم سب جانتے ہو خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اوران کا کل مہر معجل اور موجل میرے مال سے ہے اور خدا کی قسم اس کے بعد اس کی بڑی عزت اور عظمت ہونے والی ہے"

ابو طالب کے یہ الفاظ آپ ﷺ کی شان میں اس وقت ہیں جب کہ اکیس سال کی عمر میں ہیں اور ابھی ظاہری طور سے نبوت بھی عطا نہیں ہوئی پھر اس پر یہ طرہ کہ ابو طالب اپنے اسی قدیم مزہب پر ہیں جس

[1] اس وقت عمر شریف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ۲۷،۲۸،۳۰،۴۵ سیرت مغلطائی ص ۱۲۔

کو مٹانے کے لئے آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی وقف ہے مگر بات یہ ہے کہ حق بات چھپائی نہیں جا سکتی۔

الغرض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا نکاح ہوگیا وہ آپ ﷺ کی خدمت میں چوبیس سال رہیں کچھ مدت نزول سے پہلے اور کچھ مدت وحی کے بعد۔

آپ ﷺ کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ سے

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ کے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ فرزندارجمند قاسم رضی اللہ عنہ اور طاہر رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ہی آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہے اور طاہر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا[1]۔ چار صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ، زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی اولاد میں سب[2] سے بڑی تھیں رضی تعالیٰ عنھن وعنا اجمعین۔

یہ سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن سے تھیں۔ البتہ آپ ﷺ کے تیسرے صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا صرف وہ ماریہ قبطیہ سے تھے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یہ

---

[1] زادالمعاد میں ہے کہ آپ کا اصلی نام عبداللہ تھا اور طیب وطاہر دونوں آپ کے لقب تھے۔

[2] حافظ ابن قیم نے اس میں مختلف اقوال لکھے ہیں بعض حضرت زنیب رضی تعالیٰ کو اور بعض رقیہ رضی تعالیٰ عنہ کو اور بعض ام کلثوم رضی تعالیٰ عنہ کو سب سے بڑی کہتے ہیں اور حضرت ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ رقیہ رضی تعالیٰ عنہ سب سے بڑی تھیں اور ام کلثوم رضی تعالیٰ عنہ سب سے چھوٹی (زادالمعاد ص ۲۵ جلد ۱)

تینوں فرزند بچپن ہی میں وفات پا گئے البتہ حضرت قاسم رضی تعالیٰ عنہٗ کے متعلق بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ سوار ہو جائیں۔

آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ باجماع امت تمام صاحبزادیوں میں افضل تھیں نبی اکرم ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ان کا نکاح پندرہ برس ساڑھے پانچ ماہ کی عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا،چار سو اسی درہم مہر مقرر کیا گیا۔اس سیدۃ النساء کا جہیز کیا تھا ایک چادر ایک تکیہ جس میں کجھور کے درخت کا گودا بھرا ہوا تھا،ایک چمڑے کا گدا،ایک بان کی چار پائی ،ایک چھاگل،دو مٹی کے گھڑے،دو مشکیزے اور ایک چکی۔(طبقات ابن سعد وغیرہ)

چکی پیسنا اور گھر کے سب کام کاج خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں،دونوں جہان کے سردار کی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی کا نکاح،جہیز اور مہر یہ ہے اور ان کی فقیرانہ زندگی کا نقشہ یہ ہے۔کیا اس کو دیکھ کر بھی وہ عورتیں نہ شرمائیں گی جو بیاہ شادی کی رسموں میں دین و دنیا کو تباہ برباد کر دیتی ہیں۔

اس میں خدا وند تعالیٰ کی کوئی بڑی حکمت تھی کہ رسول ﷺ کی پسری اولاد زندہ نہ رہی ، صرف دختری اولاد سے آپ ﷺ کی نسل دنیا میں پھیلی ،لیکن بیٹیوں میں بھی صرف فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولاد باقی رہی ہے۔صاحبزادیوں میں بعض کی اولاد ہی نہیں ہوئی بعض کی زندہ نہ رہی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نکاح ابو لعاص بن الربیع سے ہوا ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو تھوڑی عمر میں انتقال کر گیا اور ایک لڑکی (امامہ)پیدا ہوئیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ کے بعد نکاح کیا لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نکاح میں آئیں اور ہجرت حبشہ میں آپ صلی علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہیں ۲ھ میں غزوہ بدر سے واپسی کے وقت لا اولاد دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ان کے بعد ۳ ہجری

میں ان کی دوسری بہن ام کلثوم کا نکاح بھی رسول ﷺ نے ان ہی سے کر دیا اور اسی وجہ سے حضرت عثمان کا لقب ذی النورین ہوا۔ ۹ ہجری میں ان کا انتقال ہوگیا اس وقت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی تیسری لڑکی اور ہوئی تو اس کو بھی اس کے نکاح میں دے دیتا۔ (سیرت مغلطائی ۱۲، ۱۷)

عورتیں یاد رکھیں سیرت کی معتبر روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو آنحضرت ﷺ سے شکایت کرنے آئیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے پسند نہیں کہ عورت اپنے خاوند کی شکایت کیا کرے جاؤ اپنے گھر بیٹھو۔"

یہ ہے لڑکیوں کی وہ تعلیم جس سے ان کی حیات دینا و آخرت دونوں درست ہو سکتی ہیں۔ (اوجزالسیر لابن الفارس)

باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

حضور انور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ کی حیات میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا، ہجرت سے تین سال پہلے جب ان کی وفات ہوگئی اور آپ ﷺ کی عمر ۴۹ برس میں پہنچی تو اور خواتین بھی آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ زنیب بنت حجش رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ،جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہُ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ یہ گیارہ ہیں جن میں دو سامنے وفات پاگئیں اور نو آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور یہ باجماع امت صرف آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھیں۔ امت کے لئے چار سے زائد عورتیں ایک وقت میں بصورت نکاح جمع کرنا جائز نہیں اور اس خصوصیت کی بعض وجوہ آگے آتی ہیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاُ

جو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صاحبزادی ہیں، چھ برس کی عمر میں تھیں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ان کا نکاح ہوا، اور ہجرت کے سال نو برس کی عمر میں رخصت ہوئیں اور جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر ۱۸ سال کی تھی، نبی کریم ﷺ کی اس نو سالہ مصاحبت سے آپ پر کیا رنگ چڑھا اور کیا حاصل ہوا اس کا حال اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمیں کسی مسئلہ میں شک ہوتا تھا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس اس کا علم پاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اجلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کے شاگرد تھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صاحبزادی تھیں پہلے انیس بن خدافہ کے نکاح میں تھیں، ان کے بعد ہجرت سے دوسرے یا تیسرے برس آپ ﷺ سے نکاح ہوا۔ (مغلطائی ص ۴۷)

حضرت زنیب بنت خزیمہ ہلالہ رضی اللہ عنہا

ام المساکین کے نام سے معروف ہیں، پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں اس نے طلاق دے دی، پھر اس کے بھائی عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے نکاح ہوگیا جب یہ بھی غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تو ۳ ہجری میں غزوہ احد سے ایک ماہ پہلے آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں (سیرت مغلطائی ص ۲۵) اور صرف دو ماہ نکاح میں رہ کر وفات پاگئیں۔ (نشر الطیب)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابو سفیان کی بیٹی ہیں، پہلے عبیداللہ بن حجش کے نکاح میں تھیں،ان سے اولاد بھی ہوئی،یہ دنوں مسلمان ہوکر حبشہ ہجرت کر گئے تھے وہاں پہنچ کر عبید اللہ بن حجش نصرائی ہوگیا اور ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے ایمان پر قائم رہیں ،اس وقت رسول اللہ ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کو خط لکھاکہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح دیں ،چنانچہ نجاشی نے پیغام دیا اور خود ہی نکاح کا کفیل ہوا چار سو دینار مہر خود ہی ادا کر دیئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام ہندہ ہے۔ پہلے ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں جن سے اولاد بھی ہوئی،جمادی الثانی ۴ہجری میں اور بعض روایات کے مطابق ۳ہجری میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔(سیرت مغلطائی ص ۵۵)

کہا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ نے تمام ازواج مطہرات کے بعد انتقال فرمایا۔

حضرت زنیب بنت حجش رضی اللہ عنہا

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔آپ ﷺ نے ان کا نکاح زیدبن حارث سے کرنا چاہا تھاجن کو آپ ﷺ نے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔مگرچونکہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ غلامی کا نام آچکا تھا اس لئے زنیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عقائد کو پسند نہ کرتی تھیں۔مگر حضور ﷺ کے تعمیل ارشاد کے لئے راضی ہوگئیں۔ایک سال کے قریب زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رہیں مگر چونکہ طبعی موافقت نہ تھی ہمیشہ شکر رنجی رہا کرتی تھی یہاں تک کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر طلاق کا ارادہ ظاہر کیا،آپ ﷺ نے ان کو سمجھا کر طلاق سے روکا لیکن پھر کسی طرح موافقت نہ ہوئی۔جب وہ آزاد ہوگئیں توآپ ﷺ نے ان کی تسلی اور دلجوئی کے لئے ان سے نکاح کرنا

چاہا لیکن اس وقت عرب کے خیال میں متبنی کو اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپ ﷺ اس نکاح سے رکتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ لیکن چونکہ یہ جاہلیت کی رسم تھی اس کا مٹانا اسلام کا فرض تھا، اس لئے آیت نازل ہوئی کہ آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہیے (سورۂ احزاب) غرض ۴ھ ہجری میں اور بعض روایات کے موافق ۳ہجری یا ۵ہجری میں خداوند عالم کے حکم سے حضور اکرم ﷺ نے خود ان سے نکاح کر لیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ لے پالک یعنی متبنی اصلی بیٹے کا حکم نہیں رکھتا اس کی بیوی بعد قطع تعلق کے حرام نہیں ہوتی، اور جن لوگوں نے خدا کے اس حلال کو عقیدتاً یا عملاً حرام کر رکھا ہے وہ آئندہ اس غلطی سے نکل جائیں اور جاہلیت کی یہ رسم ٹوٹ جائے لیکن اس دیرینہ رسم کا ٹوٹنا جب ہی ممکن تھا کہ آنحضرت ﷺ خود عملاً اس کا نفاذ کریں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس نکاح کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا ہے نہایت صحیح روایات حدیث سے لکھا ہے جن کو صحیح بخاری کی شرح میں حافظ حدیث علامہ ابن حجر نے نقل کیا ہے (دیکھو فتح الباری، تفسیر سورۂ احزاب) اس کے علاوہ جو لغو روایات مشہور کی گئی ہیں وہ سب منافقین اور کفار کی گھڑی ہوئی ہیں جن کو بعض مسلمان مورخین نے بھی بلا تنقید نقل کر دیا ہے۔ وہ محض جھوٹ اور افتراء ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ یہ صرف ان کی خصوصیات تھی کہ ایک نبی کی صاحبزادی اور ایک نبی کی زوجہ تھیں۔ پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں ان کے بعد آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

خزاعیہ بنی المصطلق کے سردار حارث کی بیٹی ہیں، جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں پھر آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں اور اس کی بدولت تمام قبیلہ آزاد ہوگیا اور ان کے باپ مسلمان ہو گئے۔

حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

اول مسعود بن عمر کے نکاح میں تھیں، اس نے طلاق دیدی تو ابورہم سے نکاح ہوگیا، ان کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ (مغلطائی ص ۲۲)

یہ آپ ﷺ کی آخری ازواج میں سے ہیں، ان کے بعد آپ ﷺ نے کوئی نکاح نہیں کیا ان کے علاوہ وہ بعض خواتین سے نکاح ہوا مگر ان کو آشرف مصاحبت حاصل نہیں ہوسکا بلکہ قبل از رخصت ہی بعض سے علیحدگی ہوگئی جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔

تعداد ازواج کے متعلق ضروری تنبیہ

ایک مرد کے لئے متعدد بیبیاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی دنیا کے تقریباً تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا عرب، ہندوستان، ایران، مصر، یونان، بابل، آسٹریا وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازدواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا، دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعداد ازدواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی لیکن نبھ نہ سکی بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب اس کے رواج دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے تعداد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ ان آیتوں سے پایا جاتا ہے کہ تعداد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خاص خدا نے اس میں برکت دی ہے۔ (دیکھو لائف امؤلفہ جان ڈیون پورٹ ص ۵۰)

---

[1] موجودہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی سات بیویاں اور تین سو حرم اول سلاطین ۳/۱۱۔ داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں حضرت یعقوب اور موسی علیہما السلام کے چار چار۔ پیدائش باب ۲۸/۳۰۔

البتہ دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اسلام سے پہلے تعداد ازواج کی کوئی حد نہ تھی ایک ایک شخص کے تحت ہزار ہزار عورتیں تک رہتی تھیں عیسائیوں کے پادری برابر کثرت ازواج کے عادی تھے سولہویں صدیں عیسوی تک جرمنی میں اس کا عام رواج تھا۔ شاہ فلسطین اور اس کے جانشینوں نے بہت سی بیویاں کیں۔

اس طرح ویدک تعلیم غیر محدود ازواج کو جائز رکھتی ہے اور اس سے دس دس ،تیرہ تیرہ ، ستائیں ستائیں بیویوں کو ایک ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔[2]

غرض اسلام سے پہلے کثرت ازواج ایک غیر محدود صورت سے رائج تھی ،جہاں تک مزہب وممالک کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کسی مزہب اور کسی قانون نے اس کی کوئی حد نہ لگائی تھی نہ یہود نے نصاری، نے نہ ہندوؤں نے نہ آریوں نے ،نہ پارسیوں نے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ رسم اسی طرح بغیر تحدید جاری رہی بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ کے بعد حضور اقدس ﷺ کے عقد میں بھی خاص خاص اسلامی ضرورتوں کی بنا ءپر دس ازواج تک جمع ہوگئیں۔

پھر جب اس کثرت ازواج سے عورتوں کی حق تلفی ہونے لگی اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے۔قرآن عزیز کا ابدی قانون جو دنیا سے ظلم وجور کو مٹانے کے

---

[1] اس طرح پادری فلکس اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر وغیرہ نے پر زور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے۔

[2] منوجی جو ہندوؤں اور آریوں میں مسلم بزرگ اور پیشوا مانے جاتے ہیں دھرم شاستر میں لکھتے ہیں اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ایک ان میں سے صاحب اولاد ہوتو باقی بھی صاحب اولاد کہلاتی ہیں (منوادھیائے ۸۔اشلوک ۱۸۲) رسالہ ازواجہ امرتسر شری کرشن جی جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار جانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

لئے ہی نازل ہوا ہے اس نے فطری ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تعداد ازواج کو بالکل منع تو نہ کیا لیکن اس کی خرابیوں کی اصلاح ایک تحدید کے ذریعہ سے کر دی اور یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا کہ اب صرف چار عورتوں تک نکاح کر سکتے ہوا اور وہ بھی اس شرط پر کہ چاروں کے حقوق برابر ادا کر سکو اور اگر اتنی ہمت نہ ہو تو پھر ایک سے زیادہ رکھنا ظلم ہے اس ارشاد کے بعد باجماع امت چار سے زائد بیووں کا نکاح میں جمع رکھنا حرام ہوگیا۔ جن صحابہ کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا ،انہوں نے چار کو رکھ کر باقی کو طلاق دے دی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت غیلان مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں رسول ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ چار رکھ کر باقی کو طلاق دے دو اسی طرح نوفل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں آپ ﷺ نے ایک کو طلاق دینے کا حکم فرمایا۔ (تفسیر کبیر ص ۱۳۷ ج ۳)

حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اس عام قانون کی رو سے چار سے زائد نہ رہنی چاہیے تھیں لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ امہارت المومنین دوسری عورتوں کی طرح نہیں۔ خود قرآن عزیز کا ارشاد ہے۔

ینساءالنبی لستن کاحدمن النساء

اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں۔۔۔۔۔۔

وہ تمام امت کی مائیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ اب اگر عام قانون کے ماتحت چار کے سوا باقی ازواج مطہرات کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا جاتا تو ان پر کتنا ظلم ہوتا کہ اب وہ عمر بھر کے لئے معطل ہوجائیں۔ اور رحمتہ للعالمین ﷺ کی چند روزہ صحبت ان کے لئے عذاب بن جاتی کہ ادھر تو فخر عالم ﷺ کی صحبت چھوٹتی ہے اور ادھر ان کے لئے اس کی بھی اجازت نہیں ملتی کہ کسی اور جگہ اپنا غم غلط کر سکیں۔

اس لئے کسی طرح مناسب نہیں تھا کہ ازواج مطہرات اس عام قانون کے ماتحت آئیں خصوصا وہ خواتین جن کا نکاح اس لئے عمل میں آیا تھا کہ ان کے خاوند جہاد میں شہید ہوگئے اور بے سروسامان رہ گئیں۔

آپ ﷺ نے ان کی دلداری کے لئے ان سے نکاح کرلیا اب اگر ان کو طلاق دی جاتی تو ان پر کیا گزرتی یہ اچھی دلداری ہوتی کہ وہ اب تمام عمر نکاح سے محروم ہوگئیں۔

اس لئے بحکم خداوند چار سے زائد بیویوں کو رکھنا صرف آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ٹھہری ،نیز آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے حالات جوامت کے لئے تمام دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں ہم تک صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے پہنچ سکتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ اس کے لئے تو نوخواتین بھی کم ہیں ان حالات پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے یہ خصوصیت معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش پر مبنی تھی۔

اسکے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت سارا عرب مخالفت کے لئے کھڑا ہوا قتل کے منصوبے گانٹھے ،طرح طرح کے عیب لگائے بہتان باندھے (پناہ خدا) مجنون کہا،کذاب بتلایا غرض اس آفتاب عالم تاب پر خاک ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر خود خاک آلود ہوئے یہ سب کیا، لیکن کسی کافر نے خواہشات نفسانی اور عورتوں کے معاملہ میں بھی کسی وقت آپ ﷺ پر کوئی الزام لگایا نہیں،اور ہرگز نہیں یہاں افتراء کے پاؤں نہ ہوئے ورنہ کسی نیک نام کو بدنام کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی حربہ نہیں ہوسکتا اگر ذرا انگلی رکھنے کی جگہ تھی توکفار عرب جو گھر کے بھیدی تھے سب سے بڑھاچڑھا کر اس کو عیوب میں شمار کرتے لیکن وہ اتنے بیوقوف نہ تھے کہ مشاہدات کا انکار کر کے اپنی بات کا اعتبار کھودیتے ،کیونکہ تقوی مجسم ﷺ کی حیات طیبہ لوگوں کے سامنے تھی جس میں وہ دیکھ رہے تھے کہ آپ ﷺ کے زمانہ شباب کا بڑا حصہ تو محض تجرد اور خلوت گزینی میں گزرا پھر جب عمر شریف پچیس سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی تعالیٰ کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی جو بیوہ اور صاحب اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت چالیس سال کی بڑھاپے کازمانہ گزاررہی تھیں اور آپ ﷺ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں اور لڑکوں اور تین لڑکیوں کی ماں تھیں۔ بارگاہ نبوت میں اس کی درخواست رد نہ کی گئی اور پھر اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گزار دی گئی،اور وہ بھی اس طرح کہ اس کو چھوڑ کر حراء کے لق ودق غار میں ایک

ایک مہینہ محض عبادت الہیٰ میں مصروف رہتے تھے ،اور عمر کا بڑا حصہ اسی نکاح پر گزرا،اسی لئے آپ ﷺ کی جتنی اولاد ہوئی وہ سب حضرت خدیجہ رضی تعالیٰ سے ہوئی ہے۔

البتہ حضرت خدیجہ رضی تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جب کہ عمر شریف پچاس سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اورخاص خاص ضرورتوں کے ماتحت دس خواتین تک آپ ﷺ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں ،جوسب کے سب (حضرت عائشہ رضی تعالیٰ عنہ کے سوا)بیوہ ہیں اور بعض صاحب اولاد بھی۔

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے گمان نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی سلیم الحواس انسان آپ ﷺ کے اس تعداد ازواج کو معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ بتلا سکے گا۔

اگر کوئی شپرہ ء چشم آفتاب نبوت کی عظمت و جلال کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپ ﷺ کے اخلاق ،اعمال ، تقوی،طہارت،زہد وریاضیت اور مقدس زندگی کے تمام گردوپیش کے حالات سے بھی آنکھ چرالے تو خود ان متعدد نکاحوں کے واقعات و حالات ہی اس کو یہ کہنے پر مجبور کریں گے تعداد ازواج یقیناکوئی نفسانی خواہش پر مبنی نہ تھا ،ورنہ ساری عمر ایک سن رسیدہ عورت کے ساتھ گزار دینا،پچپن رسالہ کو اس کام کے لئے تجویز کرنا کسی انسان کی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔

خصوصاجب کہ کفار عرب اور روساء قریش آپ ﷺ کے ایک اشارہ پر اپنا منتخب حسن و جمال آپ ﷺ کے قدموں پر نثار کر دینے کے لئے بھی تیار تھے ۔جیسا کہ سیر وتاریخ کی معتبر کتابیں اس کی شاید ہیں اوراس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود تو مسلمانوں کی جمعیت بھی اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی جن کی ہر عورت آپ ﷺ کے عقد میں داخل ہونے کو بجا طور پر فلاح دارین سمجھتی تھی،یہ سب کچھ تھامگر تاجدار نبوت کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں جن کی عمر بوقت نکاح بھی چالیس سال تھی،پھر اس کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے وہ ایک کے سوا سب کے سب بیوہ اور صاحب اولاد ہیں۔امت کی بے شمار کنواری لڑکیاں اس وقت بھی

انتخاب میں نہیں آئیں۔اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ دکھلا دیا جاتا کہ آپ ﷺ کے یہ متعدد نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے ۔نیز اگر یہ نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے وہ سب مخفی رہ جاتے[1]کس قدر بے حیائی اور حق کشی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے اس تعداد ازواج کو نفسانی خواہش پر معمول کیا جائے اگر باطل پرستوں نے عقل و حواس کو اندھا کر دیا ہے تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ نے نو ازواج مطہرات کو چھوڑ کر انتقال فرمایا آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے ازواج مطہرات میں سے حضرت زنیب رضی اللہ تعالی عنہبنت جحش کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں ام سلمہ رضی تعالی نے وفات پائی۔

آپ ﷺ کے چچا اور پھوپھیاں

عبد المطلب کے دس بیٹے تھے ،حارث ،زبیر، حجل ،ضرار،مقوم،ابولہب ،عباس ،حمزہ،ابوطالب،عبداللہ جن میں سے عبداللہ آپ ﷺ کے والد ماجد ہیں ،باقی نو آپ ﷺ کے چچا ہیں ،حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہاپنے سب بھائیوں میں چھوٹے ہیں۔آپ ﷺکی پھوپھیاں چھ ہیں امیمہ ،ام حکیم ،برہ ،عاتکہ ، صفیہ ،اروی ۔

آپ کی پہرہ داری کرنے والے

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی جنوں نے غزوہ بدر میں آپ ﷺ کی نگہبانی کی ،اور ذکوان بن عبد قیس رضی

---

[1] الحمد اللہ کہ حضرت سیدی حکیم الامت تھانوی دامت بر کاتہم نے اس ضرورت کو اس طرح پورا فرمایا کہ ایک رسالہ میں ان تمام احادیث کو جمع فرمایا جو ازواج مطہرات کے ذریعہ خانگی زندگی کے متعلق منقول ہوئی ہیں۔اس رسالہ کا نام تعداد ازواج صاحب المعراج رکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری نے غزوہ احد میں زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ خندق میں اور عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وادی قری میں اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

و اللہ یعصمک من الناس

اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ کی حفاظت کریں تو پہرہ داری اٹھا دی گئی۔

بناء کعبہ اور قریش کا آپ ﷺ کو باتفاق ''امین'' تسلیم کرنا

جب آپ ﷺ کی عمر شریف پینتیس سال ہوئی تو اس وقت قریش[1] نے بیت اللہ کی از سر تعمیر کا ارادہ کیا۔بیت اللہ کی تعمیر ہر شخص اپنی سعادت سمجھتا تھا اور قبائل قریش نے اپنی قسمتوں کا فیصلہ اس پر رکھا تھا کہ اس کی تعمیر میں زیادہ حصہ لیا جائے چنانچہ اس تعمیر کو قبائل میں تقسیم کرنے کی نوبت آئی تاکہ کوئی جھگڑا پیش نہ آئے۔اسی طرح تقسیم عمل کے ساتھ بناء کعبہ حجراسود کی حد تک پہنچ گئی لیکن اب حجرا سود کو اٹھاکر تعمیر میں نصب کرنے کے متعلق سخت اختلاف ہوا،ہر قبیلہ اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ اس سعادت کو حاصل کرے یہاں تک کہ قتل وقتال پر عہد وپیمان ہونے لگے ،قوم کے بعض سنجیدہ لوگوں نے ارادہ کیاکہ مشورہ کر کے کوئی صلح کی صورت نکالیں اور اس غرض کے لئے مسجد میں گئے ۔مشورہ میں یہ طے ہواکہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کے اس دروازہ میں داخل ہو وہ تمہارے معاملے کا فیصلہ کرے اس کے حکم کو ہر شخص دست قدرت کا فیصلہ سمجھ کر تسلیم کرئے۔

خدا کی قدرت کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس دروازہ سے داخل ہوئے ،آپ ﷺ کو دیکھ کر سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ یہ امین ہیں ،ہم ان کے حکم پر راضی ہیں۔آپ ﷺ تشریف لائے اور وہ حکیمانہ فیصلہ کیاکہ سب خوش ہوگئے یعنی ایک چادر پھیلا دی اور اس میں حجر

---

[1] اس سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر اول حضرت شیث علیہ السلام نے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی

اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا اور پھر حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا منتخب آدمی چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لے اس طرح کیا گیا، جب بنیاد تک پہنچ گیا تو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا۔

ابن ہشام اس واقعہ کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نبوت سے پہلے تمام قریش بالاتفاق آپ ﷺ کو امین کہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۱۵۔ ج ۱)

عطاء نبوت

جب آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس برس ایک دن کی ہوئی تو ظاہری طور پر بھی باضابطہ آپ کو خلعت نبوت کے ساتھ ممتاز و مشرف فرمایا جس کی تاریخ ولادت کی طرح ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی مختلف اقوال ہیں۔ (سیرت مغلطائی ص ۱۴)

دنیا میں اشاعت اسلام، تبلیغ کا پہلا قدم

ابتداء جب نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ اعلانا تبلیغ کے لئے مامور نہ تھے بلکہ اس میں صرف آپ ﷺ کی ذات کے لئے احکام تھے۔ پھر کچھ دنوں سلسلہ وحی منقطع رہنے کے بعد جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر دوبارہ وحی شروع ہوئی تو اس میں آپ ﷺ کو تبلیغ اسلام کے لئے حکم ہوا، مگر دنیا میں جہالت وضلالت کی حکومت تھی، بالخصوص عرب کا تکبر اور غرور اور تقلید آبائی انہیں حق پر کان لگانے کی ہرگز اجازت نہ دیتی تھی، اس لئے ابتداء میں حکمت الہیہ کا اقتضاء یہ ہوا کہ آپ کو اعلانا تبلیغ واشاعت اسلام کا امر نہ کیا جائے تاکہ اول ہی سے لوگ متنفر نہ ہوجائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابتداء دعوت اسلام اپنی جان پہچان کے لوگوں میں اور ان شخصوں میں شروع کی جن پر آپ ﷺ کو اعتماد تھا، یا آپ ﷺ فراست کے ذریعہ ان میں خیر وصلاح کے آثار دیکھتے تھے۔

اس طریق سے سب سے پہلے زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ ﷺ کے متبنی زید بن حارثہ مشرف

با اسلام ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ کے دوست تھے۔ اور آپ ﷺ کے صدق و دیانت واخلاق سے خوب واقف تھے۔ جب آپ ﷺ نے ان کو رسالت الہیہ کی خبر دی تو فوراً آپ نے تصدیق کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے مسلم بزرگ تھے، تمام معاملات میں لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان لوگوں کو دعوت اسلام دینی شروع کی جن میں کچھ صلاح وخیر کے آثار دیکھے چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی دعوت قبول کی، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ ان کے بعد ابو عبیدہ بن جراح، عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، سعید بن زید عدوی، ابو سلمہ مخزومی، خالد بن سعید بن العاص، عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں بھائی قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ارقم بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مشرف با اسلام ہوئے۔ یہ سب کے سب قریش میں سے تھے اور غیر قریش میں سے صہیب رومی، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام داخل ہوئے، اس وقت تک یہ دعوت اسلام محض خفیہ جاری تھی۔ عبادات اور اعمال شرعیہ بھی چھپ چھپ کر ادا کئے جاتے تھے یہاں تک کہ بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے چھپ کر نماز پڑھتا تھا۔ جب مسلمانوں کی تعداد تیس سے بڑھ گئی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے ایک وسیع گھر مقرر کر دیا جس میں وہ سب جمع ہوجایا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کو تعلیم فرماتے تھے۔

اس طریقہ کی دعوت اسلام تین سال تک جاری رہی۔ اسی دور میں قریش کی ایک خاصی جماعت اسلام میں داخل ہوگئی اور پھر اور لوگ بھی داخل ہونے شروع ہوگئے اور خبر مکہ میں پھوٹ نکلی اور لوگوں میں جابجا اس کا چرچا ہونے لگا اور اب اعلانا دعوت حق کا وقت آپہنچا۔

اعلاناً دعوت اسلام

تین سال کے بعد جب کہ کثرت سے مرد عورت اسلام میں داخل ہونے لگے اور لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو خداوندعالم نے آنحضرت ﷺ کوفرمایا کہ علی الاعلان لوگوں کو کلمہ حق پہنچائیں۔آپ ﷺ نے فورا اس حکم کی تعمیل کی اور مکہ کی پہاڑی صفاء پر چڑھ کر اور قبائل قریش کا نام لے لے کر آواز دی، جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے اولا سب سے درفیات کیا کہ اگر میں آپ کو یہ خبر دوں کہ غنیم کا لشکر تم پر چڑھا چلا آرہا ہے اور قریب ہے کہ تم پر لوٹ ڈال دے تو کیا تم میری تصدیق کرو گئے ،سب یہ سن کر یک زبان ہوکر بولے کہ بیشک ہم آپ کی خبر کو بلکل حق سمجھیں گے کیونکہ ہم نے آج تک کبھی آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم نے اپنے باطل عقائد کو نہ چھوڑا تو خدا تعالیٰ کا سخت عذاب تم پر آنے والا ہے اور فرمایا:

جہاں تک مجھے معلوم ہے دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لئے اس تحفہ سے بہتر تحفہ لے کر نہیں آیا جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔میں تمہارے لئے دین ودنیا کی فلاح وبہود لے کر آیا ہوں اور خداوند عالم نے مجھے فرمایا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دوں۔خدا کی قسم اگر میں تمام دنیا کے انسانوں سے جھوٹ بولتا تب بھی تمہارے سامنے جھوٹ نہ بولتا اور اگر ساری دنیا کو دھوکہ دیتا تب بھی تمہیں دھوکہ نہ دیتا اس ذات قدوس کی قسم ہے جوایک ہے اور جس کا کوئی سہیم وشریک نہیں کہ میں تمہاری طرف خصوصا اور تمام عالم کی طرف عموما خدا تعالیٰ کا رسول ﷺ پیغمبر ہوں۔[1]

---

[1] ازدروس السیرت ص۱۰

تمام عرب کی مخالفت وعداوت اور آپ کی استقامت

یہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا، عرب کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ کی وحی میں ان کے بتوں کی حقیقت کھولی گئی ہے۔ ان کی پرستش کرنے والوں کی بیوقوفی ظاہر کی گئی ہے تو آپ ﷺ کی عدوات کے لئے کھڑے ہوگئے اور ان کی ایک جماعت آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آئی کہ وہ آپ ﷺ کو اس قسم کی باتوں سے روک دیں اور یا آپ ان کی حمایت چھوڑدیں، ابوطالب نے ایک عمدہ پیرائے میں جواب دیا، اور آنحضرت ﷺ اسی طرح کلمہ حق کی نشرواشاعت میں سرگرم اور بتوں کی عبادت سے لوگوں کو منع کرتے رہے۔ جب عرب کو اس پر صبر نہ ہوسکا تو پھر ابوطالب کے پاس آئے اور سختی سے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے بھتیجے کو باز رکھیں ورنہ ہم سب تمہارے خلاف جنگ کریں گے یہاں تک کہ فریقین میں سے کوئی ایک فنا ہوجائے۔

تمام قبائل عرب کے مقابلہ میں آپ ﷺ کا جواب

اب تو ابو طالب کو بھی فکر ہوئی اور آنحضرت ﷺ سے اس معاملہ میں گفتگو کی، آپ ﷺ نے فرمایا اے عم بزرگوار! "خدا کی قسم اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب لا کر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں خدا کا کلمہ اس کی مخلوق کو نہ پہنچاؤں تو میں ہرگز اس کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ یا خدا کا سچا دین لوگوں میں پھیل جائے اور یا کم ازکم اسی جدوجہد میں اپنی جان دے دوں۔

ابو طالب نے جب یہ رنگ دیکھا تو کہا اچھا جاؤ تم اپنا کام کرتے رہو میں تمہاری حمایت و نصرت کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔

لوگوں میں نفرت پھیلانا اور اس کا الٹا نتیجہ

جب قریش نے دیکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اور ادھر موسم حج قریب ہے اس موقعہ پر آپ ﷺ تبلیغ میں سرگرم کوشش کریں گے اور آپ ﷺ کے کلام حق کی مقناطیسی

کش سے سب واقف تھے اس لئے اندیشہ ہے کہ اب ان کا مذہب تمام دنیا کے اطراف میں پھیل جائے گا توسب نے جمع ہوکر یہ طے کیا کہ مکہ کے تمام راستوں پر اپنے آدمی بٹھا دیئے جائیں تاکہ اطراف عالم سے جو لوگ حج کے لئے آئیں انہیں دور ہی سے کہہ دیا جائے کہ یہاں ایک ساحر ہے جو اپنے کلام سے باپ بیٹے اور خاوند بیوی میں اور تمام رشتہ داروں میں ہی تفریق ڈال دیتا ہے تم اس کے پاس نہ جاؤ لیکن

چراغے راکہ ایزد بر فروزد کسے کش تف زندریش بسوزد[1]

خدا کی قدرت ان کا یہ طرز عمل آنحضرت ﷺ کی تبلیغ کا کام کر گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ممکن تھا کہ بہت سے لوگ آپ ﷺ کا ذکر نہ سنتے، لیکن ان کی اس جدوجہد نے سب کو آپ ﷺ کا مشتاق بنا دیا۔

قریش کی ایذاء رسانی اور آپ ﷺ کی استقامت

جب قریش اپنی تدبیروں میں ناکام رہے اور دیکھا کہ روز آپ ﷺ کی دعوت عام ہوتی جاتی ہے اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہورہے ہیں تو اب ہر قسم کی ایذاکی رسائی شروع کی،مکہ کے چند اوباش لوگوں کو جمع کر کے اس پر آمادہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کا ہر مجلس میں استہزاء اور جس صورت سے ممکن ہو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائیں۔

آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ اور آپ ﷺ کا بین معجزہ

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھ رہے تھے جب سجدہ میں گئے تو ابوجہل نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کا سر مبارک کچل ڈالے مگر

---

[1] جس چراغ کو حق تعالیٰ روشن فرمائیں جو شخص (بجھانے کے لئے) اس پر پھونک مارتا ہے اس کی ہی داڑھی جل جاتی ہے۔

"دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تراست"

"اگر دشمن قوی ہے تو نگہبان اس سے زیادہ قوی ہے۔"

جب پتھر لے کر آپ ﷺ کے قریب پہنچتا ہے تو ہاتھ کانپ جاتے ہیں پتھر ہاتھ سے گر جاتا ہے۔ رنگ فق ہوجاتا ہے اور بھاگ کر اپنی جماعت کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ جب میں نے آپ ﷺ کے سر کی جانب ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو ایک عجیب وضع کا اونٹ منہ کھولے ہوئے میرے طرف جھپٹا اور قریب تھا کہ مجھے کھا جائے میں نے ایسا اونٹ آج تک کبھی نہیں دیکھا یہ واقعہ ہے جو کفار کے مجمع میں سب کے سامنے پیش آیا، اور خود کفار کے سردار ابوجہل نے اس کا اقرار کیا۔

ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط، ابولہب، عاص بن وائل، اسود بن یغوث، اسود بن عبدالمطلب، ولید بن مغیرہ، بن حارث یہ لوگ ہر وقت آنحضرت ﷺ کے درپے آزار رہتے تھے۔ ان میں سے کسی کو اسلام کی توفیق نہیں ہوئی بلکہ سب کے سب نہایت ذلیل ہوکر ہلاک ہوئے۔ کچھ غزوۂ بدر میں تلوار کے گھاٹ اتر گئے اور کچھ نہایت گندے اور سخت امراض میں گل سڑ کر مر گئے۔

قریش کا آپ ﷺ کو ہر قسم کی طمع دینا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جواب

جب کفار قریش نے دیکھ لیا کہ یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوئی تو سب نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ وہ اپنے سب سے زیادہ چالاک سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بھیجیں تاکہ وہ آپ ﷺ کو ہر قسم کی دنیاوی طمع دلائے، شاید اس تدبیر سے آپ ﷺ اپنے دعوے میں خاموش ہوبیٹھیں۔ عتبہ بن ربیعہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے پاس جا کر کہا بھتیجے،، تم حسب ونسب کے اعتبار سے ہم سب میں بہتر ہو، اور اس کے باوجود تم نے اپنی جماعت میں ایک تفریق ڈال دی اور ان کے معبودوں کو اور ان کو برا بھلا کہا، ان کے آباؤاجداد کو جاہل ٹھہرایا، تم آج

اپنے دل کی بات کہ دوں۔ اگر ان سارے قصوں سے تمہاری غرض یہ ہے کہ بڑی دولت جمع کرلو تو سنو ہم تمہارے واسطے اتنا مال جمع کر دینے کے لئے تیار ہیں کہ تم اہل مکہ میں سب سے زیادہ مال دار ہوجاؤ اوراگر یہ چاہتے ہوکہ تمہیں سرداری حاصل ہوجائے تو اس پر راضی ہیں کہ تمام قریش کا سردار بنا دیں اور آپ کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ نہ ہلائیں اوراگرآپ کی غرض بادشاہت ہے توہم آپ کواپنا سب کا بادشاہ بھی بنا سکتے ہیں اوراگر تم پر معاذ اللہ کسی جن کا اثر ہے اوریہ اسی کا کلام (وحی) تم لوگوں کوسناتے ہواور تم اس کے دفع کرنے سے عاجز ہو تو ہم آپ کے لئے کوئی طبیب تلاش کریں جو آپ ﷺ کا علاج کرے۔ (سیرت مغلطائی ۳۰) جب عتبہ اپنے کلام سے فارغ ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس کی داستان کے جواب میں ایک سورت قرآن سنادی جس کو سن کر عتبہ ہکابکارہ گیا اوراپنی قوم میں واپس آکر کہنے لگا کہ خداکی قسم آج میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے اپنی عمرمیں کبھی نہیں سنا تھا،خداکی قسم نہ وہ شعرہے نہ نجومیوں کا کلام ہے اور نہ سحر،میری رائے یہ ہے کہ تم سب اس شخص آنحضرت ﷺ کی ایذاءسے بازآوکیونکہ ان کا جو کلام میں نے سنا ہے اللہ نزدیک اس کی شان عظیم ہونے والی ہے میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم میری بات مانواورزیادہ نہیں توکچھ دنوں انتظارکرواگرعرب ان پر غالب آگئے توتم مفت میں اس تکلیف سے نجات پاؤگے اوراگر وہ عرب پر غالب آگئے توان کی عزت ہماری ہی عزت ہے کیونکہ وہ ہمارے ہی قبیلہ سے ہیں۔قریش اپنے سب سے زیادہ ہوشیار سردارکی یہ باتیں سن کر حیرت میں رہ گئے اوریہ کہ کر جان چھڑائی کہ اس پر محمد ﷺ نے جادوکر دیا ہے۔(دروس السیرۃ ص۱۴) جب قریش کاکوئی حربہ کارگرنہ ہوا تواب نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ اکرامؓ اور متعلقین واقربا کوبھی ستانا اور طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کیا حضرت بلالؓ وغیرہ صحابہ کو سخت ایذائیں دی گئیں۔ حضرت عمارؓبن یاسرؓکی والدہ ماجدہ اسی بناءپر نہایت دردناک طریقہ سے شہید کی گئیں،اوریہ سب سے پہلا واقعہ شہادت ہے جواسلام میں پیش آیا۔(دردس السیرۃ ص ۲۱)

صحابہؓ کے لئے ہجرت حبشہ کا حکم

آنحضرت ﷺ اپنی ذات پر ہر قسم کے مظالم اور تکالیف برداشت کرتے رہے مگر جب صحابہ کرامؓ اور دیگر اقارب تک اس کی نوبت پہنچی اور دیکھا کہ وہ نہایت صبر کے ساتھ تمام مظالم سہنے کے لئے تیار ہیں، مگر اس کلمہ حق اور نور الٰہی سے منہ موڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو ان کو آپ کے ذریعہ سے وصول ہوا تو ان حضرات کو اجازت دی کہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرکے چلے جائیں ۔ عطائے نبوت سے پانچویں سال رجب میں بارہ[1] مرد اور عورت نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جن میں حضرت عثمانؓ اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہؓ بھی تھیں ۔ (دروس السیرۃ ص ۱۵)

نجاشی بادشاہ حبشہ نے ان مہاجرین کا اکرام کیا، یہ سب امن وعافیت کے ساتھ وہاں رہنے لگے ۔ جب قریش کو اس کی خبر ہوئی تو عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو نجاشی[2] کے پاس بھیجا کہ یہ لوگ مفسد ہیں، ان کو اپنی قلم رو میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دو بلکہ ان کو ہمارے سپرد کر دو۔

نجاشی ایک سنجیدہ آدمی تھا اس نے ان کے جواب میں کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ ان کے مذہب اور خیالات کی تحقیق نہ کرلوں، ان حضرات سے جب نجاشی نے یہ دریافت کیا کہ اپنا مذہب اور اس کے صحیح واقعات بتلائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ آگے بڑھے اور فرمایا[3] شاہا ہم پہلے جاہلیت والے تھے ،بتوں کی پوجا کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے فحش کاری قطع رحمی اور بد خلقی میں مبتلا تھے ہمارا قوی ضعیف کو کھاجاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جو ہمارے ہی

---

[1] از سیرت مغلطائی ص ۲۱ مہاجرین کی تعداد میں اور بھی مختلف اقوال ہیں ۔ منہ ۔

[2] ملک حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے ۱۲ مغلطائی ۔

[3] یورپ کے بعض مشہور سیاسی لوگوں نے (غالباً لارڈ کرومر نے کہا ہے کہ مشرق و مغرب کے علماء جمع ہوکر دین اسلام کی حقیقت بیان کرنا چاہیں تو اس سے اچھا بیان نہیں کرسکتے جو مہاجرین حبشہ نے بیان کیا ص ۲۱ ۔ ۱۲ منہ ۔

کنبہ سے ہے ہم ان کے نسب اور سچائی امانت اور عفت کو خوب جانتے ہیں اور انہوں نے ہمیں اس کی دعوت دی کہ اللہ کو ایک سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی کو سہیم وشریک نہ جانیں اور بت پرستی چھوڑ دیں سچ بولیں عزیزواقارب کے ساتھ صلہ رحمی کریں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور محرمات سے منع فرمایا اور خون بہانے اور جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے روکا اور ہمیں نماز روزہ زکوۃ اور حج کا حکم فرمایا ہم نے جب یہ سنا تو اس پر ایمان لے آئے نجاشی[1] یہ سن کر متاثر ہوا قریش کے دونوں قاصدوں کو واپس کر دیا اور مسلمان ہوگیا مہاجرین تقریباً تین مہینے وہاں امن وعافیت کے ساتھ قیام کرکے واپس آگئے اس وقت حضرت فاروق اعظمؓ بھی آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے مشرف بااسلام ہوگئے۔

اس وقت مسلمانوں کی مردم شماری چالیس مرد اور گیارہ عورتوں سے زائد نہ تھی ۔ فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے داخل اسلام ہونے سے مسلمانوں کو ایک قسم کی شوکت حاصل ہوئی اور وہ لوگ جو دلائل واضح کے ذریعہ سے اسلام ظاہر نہ کرتے تھے اب اعلانیہ اسلام میں داخل ہونے لگے اس طرح قبائل عرب میں اسلام پھیلتا اور ترقی کرتا رہا۔ جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کی عزت روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے اور بادشاہ حبشہ نے بھی مسلمانوں کا احترام کیا تو انہیں اپنا انجام نظر آنے لگا تمام قریش نے یہ طے کیا بنی عبدلمطلب اور بنی ہاشم سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کو ہمارے سپرد کر دیں ورنہ ہم ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں گے مگر بنی المطلب نے اس کو منظور نہ کیا تو بااتفاق رائے عہدنامہ[2] لکھا گیا کہ بنی عبدالمطلب سے بالکل مقاطعہ کیا جائے رشتے ناطے نکاح بیاہ خرید وفروخت سب بند کر دیئے جائیں اور یہ عہدنامہ بیت اللہ کے اندر معلق کر دیا گیا۔

---

[1] نجاشی کوئی اور شخص ہے (جو نبوت کے پانچویں سال مسلمان ہوا) صحمہ جس کا ذکر ۲ھ میں اسلام میں آتا ہے وہ اور ہے۔

[2] یہ نامہ منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا اور اسی کی شامت میں اس کا ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ سیرت مغلطائی ص۲۲۱۲منہ

سیرت مغلطائی ص ۲۲۱۲ منہ

ایک پہاڑ کی گھاٹی میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے تمام رفقاء واقربہ کو مقید کر دیا گیا اس وقت ابو لہب کے سوا تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے تمام افراد بلا امتیاز مسلم وکافر سب کے سب ابو طالب کے ساتھ رہے اور اس گھاٹی میں مقید و محصور ہو گئے سب طرف سے آمد و رفت ہونے کے رستے بند تھے شدت بھوک سے درختوں کے پتے تک کھانے کی نوبت آئی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے فرمایا اس مرتبہ ایک بڑے قافلے نے ہجرت کی جس کی تعداد تراسی (۸۳) مرد اور عورتیں[1] بیان کی جاتی ہیں اور پھر ان کے ساتھ یمن کے مسلمان بھی مل گئے جن میں حضرت ابو موسی اشعریؓ اور ان کی قوم بھی تھی۔ ادھر نبی کریم ﷺ اور باقی آل واصحاب نے تقریباً تین سال[2] انہی مظالم اور مصائب کے ساتھ بسر کئے اس کے بعد چند آدمی اس عہد کو توڑنے اور آپ ﷺ پر سے یہ محاصرہ اٹھا دینے پر آمادہ ہوئے ادھر آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ اس عہد نامے کو دیمک نے کھا لیا ہے اور بجز خدا کے نام کے اس میں کوئی حرف نہیں چھوڑا آپ ﷺ نے لوگوں سے بیان کیا دیکھا تو ٹھیک اسی طرح نکلا جیسا کہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا الغرض آپ سے محاصرہ اٹھا دیا گیا۔

طفیل بن عمرو دوسیؓ کا اسلام لانا

اسی عرصہ میں حضرت طفیل بن عمر ودوسیؓ جو نہایت شریف اور اپنی قوم کے سردار تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی بدیہی حقانیت اور آپ ﷺ کے اخلاق کو دیکھ کر برضا ورغبت مسلمان ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے میں جا کر ان کو بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں مگر آپ ﷺ اللہ تعالی دعا کیجے کہ میرے ساتھ کوئی ایسی کھلی ہوئی

---

[1] سیرت مغلطائی ص ۲۴۱۲ منہ

[2] روایات میں دو سال اور بعض میں چند سال بیان کئے جاتے ہیں۔ سیرت مغلطائی ص ۱۳۔۱۲ منہ

علامت ظاہر کر دی جائے جس کے ذریعے سے میں ان کو اپنی باتوں کا یقین دلا سکوں۔آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالی نے ان کی پیشانی پر ایک ایسا نور چمکا دیا کہ جو اندھیرے میں ایک نہایت روشن چراغ کی طرح چمکتا تھا جب طفیل بن عمرؓ اپنی قوم کے پاس گئے تو یہ خیال ہوا کہ کہیں سے مجھ پر یہ مرض مسلط ہو گیا ہے اس لئے دعا کی کہ یہ نور آپ کے تازیانہ[1] میں آجائے اللہ تعالی نے دعا قبول فرمائی اور اس نور کو ان کے کوڑے کے ساتھ قندیل کی طرح لگا دیا اپنے قبلیے میں پہنچ کی تبلیغ کی کچھ آدمی آپ کی سعی سے مسلمان ہو گئے چونکہ ان کے گمان کے مطابق زیادہ نہ ہوئے اس لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ﷺ دعا فرمائیے کہ میری سعی کامیاب ہو آپ ﷺ نے دعا فرمائی ارشاد فرمایا جاو اب تبلیغ کرو اور نرمی سے کام لو۔

طفیل بن عمرؓ لوٹے اور پھر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور خدا کے فضل سے ایسے کامیاب ہوئے کہ غزوہ خندق کے بعد ستر اسی گھرانے مسلمان کر کے غزوہ خیبر میں اپنے ساتھ لائے اور سب شریک جہاد ہوئے۔(سیرت مغلطائی للحافظ علاوالدین ص ۲۵)

ابو طالب کی وفات

اسی عرصہ میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات ہوگئی (سیرت مغلطائی ص ۲۵) یہ سانحہ نبوت سے دسویں سال ماہ شوال کے نصف پر پیش آیا اور اس کے تین[2] دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوگئی اور اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس سال کو غم کا سال فرمایا ہے۔(سیرت مغلطائی ص ۳۰)

---

[1]یعنی کوڑا ۱۲ امنہ

[2]تاریخ وفات میں اور بھی مختلف روایتیں ہیں مثلا ماہ رمضان ہجرت سے ۵ سال پہلے چار سال پہلے بعد معراج ۔کذافی سیرت مغلطائی ص ۲۶۔

ہجرت طائف

ابو طالب کی وفات کے بعد قریش کو موقعہ مل گیا آپ ﷺ کی ایذا رسانی میں کوئی وقیقہ نہیں چھوڑا جب آپ ﷺ کو اہل مکہ کے قبول اسلام سے مایوسی کی صورت پیدا ہونے لگی تو اسی سال یعنی ۱۰ نبوی میں آخر ماہ شوال میں زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف کو کلمہ حق کی دعوت دی اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ و ہدایت میں مصروف رہے مگر ایک کو بھی قبول حق کی توفیق نہ ہوئی بلکہ ظالموں نے اپنے شہر کے چند اوباش لوگوں کو سکھا دیا کہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائیں سنگدل بدنصیب اس سرور کائنات کے درپے ہو گئے کہ شان رحمۃ للعالمین مانع نہ ہو تو ایک بنت لب میں ان کی ساری بدمستیوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا طائف اور طائف کے بسنے والوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹایا جا سکتا تھا۔

ان بدبخت لوگوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسانے شروع کئے جن سے سرور عالم ﷺ کے قدم شریف زخمی ہو جاتے تھے زید بن حارثہ جس طرف سے پتھر آتا دیکھتے اس طرف خود کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ کو بچاتے اور پتھر کو اپنے سر پر لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت زیدؓ کا سر زخمی ہو گیا بالآخر رحمت عالم ﷺ ایک ماہ بعد طائف سے اس طرح واپس ہوئے کہ آپ کے ٹخنے شریف لہولہان تھے مگر زبان پر حرف بددعا اس وقت بھی نہ آتا تھا۔

اسراء اور معراج

نبوت کا پانچواں سال اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں فخر الانبیاء ﷺ کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ نوازا گیا، جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سے بھی صرف آنحضرت ﷺ کی

---

[1] اور اسی سال حضرت سودہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے بعد ان سے نکاح ہوا ہے۔ سیرت مغلطائی ص۲۶۔

امتیازی خصوصیت ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ایک رات آپ ﷺ حطیم کعبہ[1] میں لیٹے ہوئے تھے تھے جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے آپ ﷺ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ

حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔ اس سرعت رفتاری کے ساتھ اول آپ ﷺ کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے یہاں پر اللہ نے تمام انبیاء سابقین کو آنحضرت ﷺ کے اکرام کے لئے (بطور معجزہ) جمع فرمایا تھا جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی انبیاء ورسل کی صفیں تیار ہوکر کھڑی لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑکر آگے کر دیا۔ آپ ﷺ نے تمام انبیاء مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی اس کے بعد آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ سے آسمان پر لے جایا گیا۔ بعض روایات کے مطابق یہ آسمانی سفر بھی براق پر ہوا مگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر براق پر نہیں ہوا بلکہ بذریعہ معراج ہوا معراج کے معنی سیڑھی یازینہ کے ہیں۔ زینہ کی آج کل بھی بہت ہی قسمیں ہیں ان میں ایک طریقہ لفٹ کا بھی ہے اس کو بھی زینہ کہہ سکتے ہیں وہ کس قسم کا زینہ تھا جس پر نبی کریم ﷺ آسمان تک پہنچے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کسی روایت میں منقول نہیں۔
پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوسرے پر عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام سے اور تیسرے پر یوسف علیہ السلام سے اور ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی (صحیح بخاری مع فتح الباری ہندی ص ۴۸۵ پ ۱۵)

---

[1] اس میں اختلاف ہے کہ یہ آسمانی سیر بھی براق پر ہوئی یا کسی سیڑھی وغیرہ، حافظ نجم الدین غیطی نے قصۃ المعراج میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ ص ۱۱۲۔ ۱۲ منہ

اس کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہی کی طرف تشریف لے چلے راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا پھر جنت میں داخل ہوئے وہاں دست قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی پھر دوزخ آپ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عزاب اور سخت شدید آگ سے بھری ہوئی تھی جس کے سامنے لوہے اور پتھر جیسی سخت چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی ۔

اس میں آپ ﷺ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مردار جانور کھا رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غلیمت کرتے تھے) دوزخ کا دروازہ بند کردیا گیا پھر آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور جبرئیل امین وہیں ٹھر گئے کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا اور اس وقت اآپ کو خداوند جل وعلا کی زیارت ہوئی صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور تمام محققین صحابہ اور رائمہ کی یہی تحقیق ہے آنحضرت ﷺ سجدہ میں گر پڑے اور خداوند عالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ واپس ہوئے وہاں سے براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے راستہ میں مختلف مقامات میں قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپ ﷺ نے سلام کیا اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی صبح سے پہلے ہی یہ سفر مبارکہ تمام ہوگیا۔

اسراء نبوی ﷺ عینی شہادتیں

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی تو ان کا ایک عجیب عالم تھا کہ اچھا بتلایئے کہ بیت المقدس کی تعمیر اور ہیت کیسی ہے اور پہاڑ سے کتنے فاصلے پر ہے آپ ﷺ نے اس کا پورا نقشہ بتلا دیا اسی طرح وہ مختلف چیزیں دریافت کرتے رہے اور آپ ﷺ بتاتے رہے یہاں تک کہ اب انہوں نے ایسے

سوالات شروع کر دیئے جو باوجود کئی مرتبہ دیکھ لینے کے بھی کوئی شخص نہ بتلا سکے مثلا یہ کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں کتنے طاق ہیں وغیرہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے اس لئے آپ ﷺ کو سخت اضطراب ہوا مگر بطور معجزہ مسجد اقصی آپ ﷺ کے سامنے کردی گئی آپ ﷺ شمار کرتے اور بتاتے جاتے تھے ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اشھدانک رسول اللہ اور قریش بھی اب تو سب کے سب چپ ہوئے اور کہنے لگے حالات وصفات تو بلکل درست بیان کئے ہیں اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے خطاب کر کے کہنے لگے کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپ ﷺ ایک رات میں اقصی تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح وشام ذرا اسی دیر میں آپ ﷺ کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں تو پھر اس میں کیا تردد ہوسکتا ہے اس لئے بھی آپ ﷺ کا نام صدیق رکھا گیا ہے۔

خود کفار قریش کی چشم دید شہادتیں

اس کے بعد قریش نے پھر بغرض امتحان دریافت کیا اچھا بتلا وہمارا قافلہ جو ملک شام کی طرف گیاہوا ہے کہاں آپ ﷺ نے فرمایا فلاں قبیلہ کے ایک تجارتی قافلے پر مقام روحا میں میرا گزر ہو رہا تھا ان کا اونٹ گم گیا تھا وہ سب اسی کی تلاش میں گئے ہوئے تھے میں ان کے کجاووں کے پاس گیا تو وہاں کوئی نہ تھا اور ایک کوزہ میں پانی رکھا ہوا تھا وہ میں نے پی لیا تھا اس کے بعد فلاح قبیلہ کے تجارتی قافلے پر فلاح مقام میں ہمارا گزر ہوا جب براق اس کے قریب ہوا تو اونٹ دہشت سے ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ان میں ایک سرخ اونٹ تھا جس پر دو خروار (گون) سیاہ سپید تھے وہ تو بیہوش ہو کر گر گیا اس کے بعد فلاح قبیلہ کے تجارتی قافلہ پر فلاح مقام میں ہمارا گزر ہوا جس میں سے آگے ایک خاکی رنگ اونٹ تھا اور اس پ[ر سیاہ ٹاٹ اور دو سیاہ خروار (گون) تھے اور یہ قافلہ عنقریب تمہارے پاس آنے والا ہے لوگوں نے دریافت کیا کہ کب تک آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدھ کے روز تک آجائے گا۔

چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہوا جیساکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا اوران قافلوں نے بھی آپ ﷺ کے بیانات کی تصدیق کی جب قریش پر خدا کی حجت تمام ہوگئی اور اس محیر العقول سفر کی خود ان کی قوم نے شہادت دی تواب معاندین کے لئے بھی اس کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا کہ آپ ﷺ کے اس سفر کو سحر اور آپ ﷺ (معاذاللہ) جادوگر کہہ کر کھڑے ہوگئے۔

مدینہ طیبہ میں اسلام

دس سال تک آنحضرت ﷺ قبائل عرب کو اعلان کے ساتھ دعوت اسلام دیتے رہے اور عرب کا کوئی مجمع نہیں چھوڑا جس میں جا کر آپ ﷺ نے ان کو تبلیغ حق نہ کی ہو موسم حج میں بازار عکاظ اور ذی المجاز وغیرہ میں گھر گھر جاکر لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے مگر وہ اس کے جواب میں آپ ﷺ کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچاتے اور مذاق اڑاتے تھے کہ پہلے اپنی قوم کو مسلمان بنایئے پھر ہماری ہدایت کے لئے آیئے اسی پر ایک مدت گزر گئی جب اللہ تعالی نے ارادہ کیا کہ اسلام کی اشاعت اور ترقی ہو تو قبیلہ اوس کے چند آدمی مدینہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیئے جن میں سے اس سال وہ شخص اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس مشرف بااسلام ہوئے اور پھر آئندہ سال ان میں سے کچھ اور آئے جن میں سے چھ یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے نبی کریم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم پیغام خداوندی کی تبلیغ میں میری مدد کروگے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ابھی ہمارے آپس کی اوس اور خزرج کی خانہ جنگیاں ہورہی ہیں اگر اس وقت جناب مدینہ تشریف لائیں تو آپ ﷺ کی بیعت پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا ابھی ایک سال اس کا ارادہ ملتوی فرمادیں ممکن ہے کہ ہماری آپس میں صلح ہوجائے اور پھر اوس خزرج مل کر اسلام

قبول کرلیں آئندہ سال ہم پھر حاضر خدمت ہونگے اس وقت[1] اس کا فیصلہ ہوسکے گا یہ حضرات واپس مدینہ آئے اور مدینہ میں سب سے پہلے مسجد بنی رزیق میں قرآن پڑھا گیا۔

خداوندعالم کو منظور تھا کہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہو اس سال بھر کے عرصے میں اوس خزرج کے اکثر جھگڑے مٹ گئے اور آئندہ حج کے موقعہ پر حسب وعدہ دوبارہ آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں دس قبلیہ خزرج کے اور دو اوس کے تھے ان میں جو لوگ گزشتہ سال مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اب مسلمان ہوگئے اور سب کے سب آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے یہ بیعت چونکہ سب سے پہلے عقبہ [2] کے پاس ہوئی تھی اسی لئے اس کا نام بیعت عقبہ اولی رکھا گیا۔ (سیرت حلبیہ ص۲۲ج۱)

یہ لوگ مسلمان ہوکر مدینہ طیبہ واپس آئے تو مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا تھا اور ہر مجلس میں یہی ایک بات رہ گئی۔

سب سے پہلا مدرسہ مدینہ طیبہ میں

مدینہ پہنچ کر اوس وخزرج کے ذمہ دار لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو خط لکھا کہ یہاں الحمداللہ اسلام کی اشاعت ہوچکی ہے اب کسی صاحب کو ہمارے یہاں بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دے اور ہمیں احکام شرعیہ کی تعلیم دے اور نماز میں ہمارا امام بنے آپ ﷺ نے

---

[1] اس وقت مدنیہ کی آبادی دو قسم کے لوگوں پر مشتمل تھی مشرکین اور اہل کتاب مشرکین دو بڑے قبیلوں پر منقسم تھے اوس اور خزرج اور یہ دونوں ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور تقریبا ایک سوبیس سال سے ان کے درمیان آپس میں جنگ کا سلسلہ جاری تھا (سیرت طیبہ ص۳۰۴ج۱) اس طرح یہود بھی دو صفوں میں منقسم ہوگئے تھے بنو قریظہ اور بنونضیر یہ دونوں بھی آپس میں قدیم عداوتیں رکھتے تھے (بیضاوی مع حاشیہ) ۱۲منہ۔

[2] یعنی جمرہ عقبہ جو منی کے ابتدائی حصہ میں واقعہ ہے اور حج کرنے والے اس پر کنکریاں مارتے ہیں بعد میں اس جگہ ایک مسجد بھی تعمیر کردی گی تھی جو مسجد بیعت کے نام سے موسوم ہے۔

مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن کے لئے بھیج دیا اور اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد مدینہ طیبہ میں پڑ گئی (سیرت طیبہ ص ۴۰۳ جلد ۱)

آیندہ سال حج کے ایام میں مدینہ طیبہ سے ایک بڑا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا جن میں ستر مرد اور دو عورتیں تھیں نبی کریم ﷺ نے ان کا استقبال کیا اور ان سے عقبہ کے پاس رات کو ملنے کا وعدہ فرمایا حسب وعدہ نصف رات کے وقت سب لوگ جمع ہو گئے آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا عباسؓ بھی تشریف لائے اگرچہ حضرت عباسؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

جب سب جمع ہوگئے تو حضرت عباسؓ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ یہ میرا بھتیجا (نبی کریم ﷺ) ہمیشہ اپنی قوم میں عزت وحفاظت کے ساتھ رہا تم جو اس کو مدنیہ لے جانا چاہتے ہو تو دیکھ لو کہ اگر تم ان کے عہد کو پورا کر سکو اور مخالفین سے ان کی پوری حفاظت کر سکو تو اس کا ذمہ لو ورنہ ان کو اپنے قبلیہ میں رہنے دو مدنی قبلیہ کے سردار نے کہا بیشک ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں اور ہمارا یہی قصد ہے کہ آپ ﷺ کی بیعت کو پورا کریں یہ سن کر عہد بیعت کو پختہ کرنے کے لئے) حضرت اسعد بن زرارہؓ بول اٹھے اہل مدنیہ ذرا ٹھہر و تم سمجھتے ہو کہ آج تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو سمجھ لو کہ یہ بیعت تمام عرب و عجم کے مقابلہ اور مخالفت کا عہد ہے اگر تم اس کو نباہ سکتے ہو تو عہد کرو ورنہ عذر کر دو اس پر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کسی حال میں اس بیعت سے ہٹنے والے نہیں پھر عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم نے اس عہد کو پورا کیا تو ہمیں اس کی کیا جزا ملے گی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی کا راضی ہونا اور جنت یہ سن کر سب نے کہا کہ ہم راضی ہیں آپ ﷺ دست مبارک دیجیے کہ ہم بیعت کریں آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا اور سب بیعت سے مشرف ہوئے خدا جانے اس رسول امین کی نظر فیض اثر اور چند کلمات نے ان لوگوں پر کیا اثر کیا تھا کہ ایک ہی صحبت میں تمام دنیوی علائق اور جاہ ومال اور عزت وآبرو اس کے مقابلہ پر قربان کر سکنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور پھر یہ رنگ ان کی اولاد تک قائم رہا حضرت ام عمارہؓ جو شریک بیعت تھیں ان کے صاحبزادے حضرت حبیبؓ کا واقعہ ہے کہ ان کو مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے گرفتار کر لیا اور طرح طرح

کے عذاب میں مبتلا رکھ کر نہایت بیدردی سے قتل کیا لیکن اس عہد کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا یہ ظالم ان سے دریافت کیا کرتا تھا کہ محمد ﷺ اللہ تعالی کے رسول ہیں تو وہ فرماتے بیشک پھر پوچھتا کہ اس کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں تو فرماتے ہرگز نہیں اس پر وہ ان کا ایک عضو کاٹ لیتا تھا پھر دوبارہ اسی طرح دریافات کرتا اور جب وہ اس کی نبوت ماننے سے انکار کرتے تو کم بخت ایک اور عضو کاٹ ڈالتا اسی طرح ایک ایک عضو کر کے تمام بدن کے ٹکڑے کر دیئے (سیرت ص۴۰۹) الغرض شہید ہو گئے اور باوجود جائز ہونے کے اس کو گوارا نہ کیا کہ عہد اسلام کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالیں۔

اگرچہ خرمن عمرم غم تو داد بباد   بخاک پائے عزیزت کہ عہد نشکستم

ترجمہ شعر تیرے غم نے اگرچہ میرے خرمن عمر کو برباد کر دیا لیکن تیرے قدم شریف کی قسم کہ میں نے تیرا عہد نہیں توڑا۔

اس کے بعد سب نے بیعت کی اس وقت بیعت کرنے والوں کی تعداد تہتر مرد اور عورتیں تھیں اس بیعت کا نام عقبہ ثانیہ ہے اس کے بعد سب نے ان میں سے بارہ آدمیوں کو تمام قافلہ کا ذمہ دار امیر بنایا۔

ہجرت مدنیہ کی ابتداء

قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو ان کے غیظ کی انتہا نہ رہی اور مسلمانوں کی ایذارسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اس وقت آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا مشورہ دیا صحابہ نے آہستہ آہستہ قریش سے خفیہ ایک ایک دو دو کر کے مکہ معظمہ سے مدنیہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ اور تھوڑے سے غیر مستطیع لوگوں کے علاوہ کوئی مسلمان باقی نہ رہا صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا تھا مگر آپ نے ان کو فرمایا کہ ابھی یہاں ٹھہرو یہاں

تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دیدے صدیق اکبرؓ اس کے انتظار میں رہے اور دواونٹنیاں اس سفر کے لئے مہیا کیں ایک اپنے لئے اور دوسری آنحضرت ﷺ کے لئے۔ (سیرت مغلطائی ص۳۱)

نبی کریم ﷺ کی ہجرت مدنیہ

کفار قریش کو جب حالات معلوم ہوئے تو دارالندوہ میں مشورہ کے لئے جمع ہوئے کہ اب آپ ﷺ کے معاملہ میں کیا کیا جائے کسی نے قید کرنے کی رائے دی اور کسی نے جلاوطن کرنے کی مگر ان کے چالاک لوگوں نے کہا کہ وہ مناسب نہیں کیونکہ قید کرنے کی صورت میں ان کے اعوان وانصار ہم پرچڑھ آئیں گے اور ہم سے چھڑالیں گے اور جلا وطن کرنے کی صورت تو سراسر ہمارے لئے مضر ہے کیونکہ اس صورت مین اطراف مکہ کے عرب تمام آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور شریں کلام اور کلام پاک کے گرویدہ ہوجائیں گے اور وہ ان سب کو لے کر ہم پرچڑھائی کریں گے (سیرت مغلطائی) اس لئے بدبخت ابوجہل نے یہ رائے دی کہ آپ ﷺ کو قتل کیا جائے اور قتل میں ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی شریک ہوتا کہ بنی عبد مناف (آنحضرت ﷺ کا قبیلہ) بدلہ عاجز ہو جائے سب نے اس رائے کو پسند کیا اور ہر قبیلہ کا ایک ایک جوان اس کام کے لئے مقرر کردیا کہ فلاح رات میں یہ کام کیا جائے ادھر خداوند عالم نے آپ ﷺ کو ان کے مشورہ کی اطلاع دے دی اور آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم فرمایا جس رات میں کفار قریش نے اپنے خیال خام کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور مختلف قبائل کے بہت سے جوان آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر کے بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت ہجرت کا ارادہ فرمایا اور حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کی چارپائی پر آپ ﷺ کی چادر اوڑھ کر سوجائیں تاکہ کفار کو آپ ﷺ کے گھر میں نہ ہونے کا علم نہ ہو اس کے بعد آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو دروازہ پر قریش کا ایک میلہ لگا ہوا تھا آپ ﷺ سورت یسین شریف پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور جب آیت فاغشیناھم فھم لا یبصرون پر پہنچے تو اس کو کئی مرتبہ دوہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے اور

آپ ﷺ صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لے گئے پہلے ہی سے تیار تھے اور ایک راستہ بتانے والے کو بھی اپنے ساتھ لے چلنے کے لئے تیار کر رکھا تھا صدیق اکبر آپ ﷺ کے ساتھ ہو لئے اور مکان کی پشت کی جانب سے ایک کھڑکی کے راستے سے دونوں باہر نکلے اور ثور کی طرف تشریف لے گئے (ثور مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے)

غار ثور میں قیام

آپ ﷺ اس پہاڑ کے ایک غار میں جاکر ٹھہر گئے ادھر یہ قریشی جو ان صبح تک آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے اور بالآخر یہ ہوا کہ وہاں آپ ﷺ کی جگہ علیؓ ہیں تو سخت پریشان ہوئے اور چاروں طرف اپنے قاصد آپ ﷺ کی تلاش میں بھیجے اور آنحضرت ﷺ کے گرفتار کرنے پر سو اونٹ کا انعام مقرر کیا بہت سے آدمی آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور بعض قیافہ شناس لوگ آپ ﷺ کے نشان قدم پر تلاش کرتے ہوئے ٹھیک اس غار کے کنارے پر پہنچ بھی گئے کہ اگر ذرا جھک کر دیکھتے تو صاف آپ ﷺ سامنے تھے اس وقت صدیق اکبرؓ غمگین ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھبراو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے خدا کی قدرت کہ ان سب کی نظریں اس غار سے پھیر دی گئیں اور کسی نے جھک کر نہ دیکھا بلکہ ان کے سب سے بڑے چالاک امیہ بن خلف نے کہا کہ یہاں ان کا ہونا ہی محال ہے کیونکہ بحکم خداوندی اس غار کے دروازے پر رات رات میں مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور جنگل کے کبوتر نے گھونسلا بنا لیا تھا[1] رسول ﷺ اور صدیق اکبرؓ اس غار میں تین رات متواتر چھپے رہے یہاں تک کہ تلاش کرنے والے مایوس ہوکر بیٹھ گئے ان تینوں دنوں میں برابر صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے

---

[1] حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ حرم کے کبوتروں کی نسل اس کبوتر سے چلی ہے۔

عبداللہ رات کو خفیہ آپ ﷺ کے پاس آتے تھے اور صبح سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتے تھے دن میں قریش کی خبریں سن کر راتوں کو آپ ﷺ کے سامنے بیان کرتے تھے اور ان کی بہن اسماء بنت ابوبکرؓ ہر رات میں کھانا آپ ﷺ کے پاس پہنچاتی تھیں چونکہ عرب کے لوگ نشان قدم کو پہچانتے تھے اس لئے عبداللہ نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ روزانہ بکریاں چرانے کے لئے غار تک لے جایا کرے تاکہ ان کے نشانات قدم مٹ جائیں۔

غار ثور سے مدینہ کی طرف روانگی

غار ثور کے قیام کے تیسرے دن ربیع الاول اھ بروز پیر صدیق اکبرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہؓ دونوں اونٹنیاں لیکر پہنچے جو اسی سفر کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ نے مہیا کی تھیں اور ان کے ساتھ عبداللہ بن ارلقیط بھی پہنچے جن کو راستہ بتلانے کے لئے اجرت دے کر ساتھ لے لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ ایک ناقہ پر سوار ہوگئے اور صدیق اکبرؓ نے اپنے ساتھ عامر بن فہیرہ کو بھی خدمت کے لئے بٹھا لیا اور عبداللہ بن ارلقیط آگے آگے راستہ دکھانے کے لئے چلے۔ (سیرت مغلطائی)

سراقہ بن مالک کا راستہ میں پہنچنا اور اس کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنا

آگے بڑھتے تو قریش کے قاصدوں میں سے سراقہ بن مالک جو آپ ﷺ کی تلاش میں پھر رہا تھا یہاں تک پہنچ گیا۔ جب آپ ﷺ کے قریب آیا تو اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ گر پڑا مگر پھر سوار ہوکر آپ ﷺ کے پیچھے چلا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی تلاوت قرآن کی آواز سنی، اس وقت صدیق اکبرؓ بار بار مڑ کر اس کو دیکھتے تھے مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا جب زیادہ قریب آگیا تو اس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین کے خشک اور سخت ہونے کے باوجود قریب گھٹنوں تک اندر اتر گئے اور سراقہ دوبارہ زمین پر گر پڑا۔ اب ہر چند گھوڑے کو نکالتا ہے مگر وہ نہیں نکلتا۔ مجبور ہوکر رسول

اللہ ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا۔ (سیرت مغلطائی)

جب گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکلے تو پاؤں کی جگہ سے ایک دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔اس کو دیکھ کر سراقہ اور بھی زیادہ ششدر رہ گیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ رسول ﷺ کے سامنے توشہ اور موجود سامان اونٹ وغیرہ پیش کرنے لگا آپ ﷺ نے اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جب تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم بھی تمہارے اونٹ وغیرہ قبول نہیں کرتے۔پس اتنا کافی ہے کہ تم ہمارے حال کو کسی سے بیان نہ کرو، سراقہ ادھر سے واپس ہوا اور جب تک آپ ﷺ کے متعلق خطرہ ہوسکتا تھا اس وقت تک کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔(حلبیہ ص۴۳۶ ج۱۰)

سراقہ کی زبان سے آپ ﷺ کی نبوت کا اعتراف

کچھ دنوں کے بعد سراقہ نے ابوجہل[1] سے اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے ابوحکم (ابوجہل)لات کی قسم ،(لات ایک بت کا نام ہے جس کی قریش پوجا کرتے تھے)اگر تم اس گھوڑے کے زمین میں دھنس جانے کا مشاہدہ کرتے تو تمہیں اس بات میں شک کی گنجائش نہ رہتی کہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں۔میری رائے میں تمہیں لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے خود بھی اجتناب کرو اور لوگوں کو بھی منع کرو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی کامیابی کے

---

[1] ابوجہل کی کنیت عرب میں ابوحکم تھی مگر اسلام سے منحرف ہونے سے اس کو ابوجہل کا خطاب دیا،اس مضمون کو کسی نے اس شعر میں خوب ادا کیا ہے:

الناس کنوہ اباحکم واللہ ابوجہل

نشانات اس طرح چمک جائیں گے کہ تمام انسان اس کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم ان سے صلح کر لیتے"۔(سیرت مغلطائی ص ۳۵)

ابا حکم واللاّت لوکنت شاھدا — لامر جواد اذتسرح قوائمہ

عجبت ولم تشککلک بان محمدا — نبی وبرھان فمن ذایقاومہ

علیک بکف الناس عنہ فاننی — لدی امرہ یوما ستبدومعالمہ

بامر یودالناس فیہ باسرھم — لوبان جمیع الناس طریسالمہ[1]

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ام معبدؓ اور انکے خاوندؓ کا اسلام

راستہ میں ایک عورت (ام معبدبنت خالد) کے مکان پر گزر ہوا ان کی بکری جوبالکل دودھ نہ دیتی تھی آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیر دیا تو دودھ سے بھر گئے جس کو آپ ﷺ نے بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا اور یہ برکت اسی طرح برابر جاری رہی، جب آپ ﷺ یہاں سے رخصت ہوئے تو ام معبد کا خاوند آیا اور بکری کے دودھ کے متعلق یہ عجیب واقعہ دیکھ کر حیران رہ گیا، سبب پوچھا تو ام معبد نے کہا کہ ایک نہایت شریف وکریم جوان کے ہاتھ کی برکت ہے، خاوند یہ سن کر کہنے لگا بخدا یہ تو وہی مکہ والے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد ان دونوں نے بھی ہجرت کی اور مدنیہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

نزول قبا

---

[1] اصلی اشعار یہ نہیں ۔یہ اشعار مغلطائی کے نسخہ میں غلط تھے ان کی تصیح روض الانف ص٦ج٢سے کی گئی ہے ۱۲منہ

یہاں سے روانہ ہوکر آپ ﷺ قبا پہنچے (یہ مدنیہ کے قریب ایک مقام ہے)انصار کو جب سے آپ ﷺ کے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی تھی روزانہ استقبال کے لئے بستی سے باہر آتے تھے اس روز بھی حسب دستور انتظار کر کے واپس ہوگئے تھے کہ یکایک ایک آواز سنی گئی کہ جن کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے ۔آپ ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر سب نے جوش مسرت سے استقبال کیا اور آپ ﷺ کے رفقاء نے چودہ روز قبا میں قیام [1]فرمایا،اسی عرصہ میں آپ ﷺ نے قبا میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔

حضرت علیؓ کی ہجرت اور قبا میں آپ ﷺ سے مل جانا

آنحضرت ﷺ کی امانت داری چونکہ کفار کو بھی مسلم تھی اس لئے آپ ﷺ کے پاس اکثر لوگوں کی امانتیں رہتی تھیں ۔وقت ہجرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ ﷺ نے اس لئے پیچھے چھوڑا تھا کہ جو امانتیں لوگوں کی آپ ﷺ کے پاس تھیں وہ ان کے سپرد کر کے آپ ﷺ کے پاس وہ بھی مدینہ پہنچ جائیں۔

اسلامی تاریخ کی ابتداء

اس وقت آنحضرت ﷺ کے حکم سے اسلامی تاریخ کی ابتداء حضرت عمرؓ نے کی اور اس کا پہلا مہینہ محرم کو قرار دیا۔[2]

مدینہ طیبہ میں داخل ہونا

---

[1]قیام قبا کے متعلق اقوال تین دن اور چار یا پانچ دن اور بعض روایات میں بائیس دن مذکور ہیں ۔(سیرت مغلطائی ۳۲)
[2]شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ الشماریخ فی علم التاریخ میں اسی کی تائید کی ہے ۱۲منہ۔

ماہ ربیع الاول بروز جمعہ قبا سے رخصت ہوکر مدنیہ طیبہ کی طرف روانگی ہوئی انصار مدنیہ جوش مسرت سے آپ ﷺ کی سواری کے گرد چل رہے تھے کوئی پیدل کوئی سوار ہر شخص آپ ﷺ کی ناقہ کی باگ تھامنے میں پیش قدمی کرنا چاہتا تھا۔ ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ آپ ﷺ اس کے یہاں مقیم ہوں، عورتیں، بچے خوشی کے ترانے پڑھ رہے تھے، یہ چونکہ جمعہ کا دن تھا، بنی سالم بن عوف کے مکانات کے قریب جمعہ کا وقت ہوگیا آپ ﷺ سواری سے اترے اور جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر سوار ہوئے انجس انصاری کا مکان راستہ میں پڑتا ہے وہ التجا کرتا ہے کہ میرے غریب خانہ پر قیام فرمائیے مگر آنحضرت ﷺ کی ننھیال بنی عدی بن نجار کے مکانات آگئے تو ابو ایوبؓ انصاری کے مکان کے سامنے جا کر اونٹنی بیٹھ گئی، آپ ﷺ ابو ایوبؓ کے مکان پر مہمان ہوئے اور ایک مدت تک انہی کے مکان پر مقیم رہے۔

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر

اس وقت مدینہ میں کوئی مسجد موجود نہیں تھی، جس جگہ موقعہ ملتا نماز ادا کی جاتی تھی، اس کے بعد وہ جگہ خریدی گئی جس جگہ اونٹنی بیٹھی تھی اس جگہ مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی[1] جس کی دیوار کچی اینٹوں کی، ستون کھجور کے درخت کے، لکڑی اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور قبلہ کا رخ بیت المقدس کی طرف

---

[1] پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس میں اور جگہ بڑھائی مگر تعمیر اسی وضع کی باقی رکھی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں اس میں بہت بڑا اضافہ اور تعمیر کیا جگہ بھی بہت بڑھادی اور دیواریں منقش پتھروں اور چاندی کے نقش ونگار سے آراستہ اور ستون منقش پتھروں اور چھت سال کی لکڑی کی بنائی پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں اس کے حکم سے مسجد میں اور توسیع کی اور ازواج مطہرات کے حجرات بھی اس میں شامل کردیئے اس کے بعد ۱۶۰ھ میں خلیفہ مہدی نے اور اس کے بعد ۲۰۳ھ میں مامون نے اس میں توسیع، تغیرات کئے اور اس کی بنیاد کو خوب مضبوط کردیا (سیرت مغلطائی ۳۷) اس کے بعد سلاطین آل عثمان نے نہایت عمدہ تعمیر کی جواب تک موجود ہے، اور اب موجود شاہ سعود اور شاہ فیصل نے توسیع کی ہے۔

رکھا گیا (جو اس وقت مسلمانوں کا قبلہ تھا) مسجد کے ساتھ دو حجرے بنائے گئے ایک حضرت عائشہؓ کے لئے اور دوسرا حضرت سودہؓ کے لئے،اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو مکہ بھیجا کہ آپ ﷺ کے آل وعزت کو مدینہ طیبہ لے آئے اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی سب اہل وعیال کو مدینہ بلوالیا۔چنانچہ ام المومنین سودہؓ اور دو صاحبزادیاں فاطمہؓ اور ام کلثومؓ مدینہ آگئیں تیسری صاحبزادی زینبؓ کو ان کے خاوند ابوالعاص نے (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) نہ آنے دیا اور ادھر صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اپنی مادر اور دونوں بہنوں عائشہؓ اور اسماءؓ کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔اوراب مکہ میں صرف چند مسلمان رہ گئے جن کو سفر کی طاقت نہیں تھی بلکہ بعض ایسے لوگ بھی وہاں سے چل نکلے کہ راستہ ہی میں ان کی وفات ہوگئی۔

مشروعیت جہاد۔اھ

سریہ حمزہؓ۔سریہ عبیدہؓ

نبی کریم ﷺ کی ترپین سالہ زندگی کا اجمالی نقشہ ناظرین کے سامنے آچکا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کس طرح ہوئی اور وہ ہر طبقہ اور ہر قبیلہ کے ہزار ہا انسان جو ہجرت تک اسلام کے حلقہ بگوش بن کر کچھ ایسے مست ہوئے تھے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو اپنے مال آباؤ اجداد بیویوں اور بچوں سے بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے،ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب کیا تھا،حکومت کا جبرواکراہ تھا یا کوئی لالچ اور جاہ کی طمع تھی یا کوئی پر شوکت جمعیت تھی جس پر تلوار نے ان کو مجبور کیا تھا یا کچھ اور؟لیکن جب اس نبی امی (ان پر میرے ماں باپ فدا ہوں) کے حالات طیبات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بلا وہم اختلاف ان سب کا جواب نفی میں ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ یتیم جس کے والد کا سایہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کے سر سے اٹھ چکا ہو اور جس کو بچپن کے چھٹے سال میں والدہ کی آغوش شفقت سے بھی جواب مل گیا ہو جس کے گھر میں مہینوں آگ جلنے کی بھی

نوبت نہ آئی ہو جس کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر روٹی نہ کھائی جس کے رہے سہے عزیز اقارب بھی ایک کلمہ حق کہنے کی وجہ سے نہ صرف یکسو بلکہ سخت دشمن ہو گئے ہوں وہ کیا کسی پر حکومت کر سکتا ہے یا مال کے لالچ سے یا تلوار کے زور سے کسی کو اپنا ہم خیال بنا سکتا تھا؟

اس کے علاوہ تاریخ کے دفتر سامنے ہیں جن میں بلا اختلاف موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر شریف کے یہ ترپین سال اس طرح گزرے کہ ابتدائی بے سروسامانی و بے کسی کے بعد جب اسلام کو ایک ظاہری قوت بھی حاصل ہوئی اور بڑے بڑے شجاع و بہادر اور متمول صحابہ داخل اسلام بھی ہو گئے اس وقت بھی اسلام نے کسی کافر پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ ظالموں کے ظلم کا جواب تک نہ دیا حالانکہ کفار مکہ کی طرف سے نہ صرف آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس بلکہ آپ ﷺ کے تمام متعلقین آل واتباع پر بھی وہ ظالم ڈھائے گئے کہ بیان اور تحریر میں نہیں آسکتے کفار قریش نے جو ہر قسم کی قوت و شوکت رکھتے تھے آپ ﷺ کی ایذاءرسانی بلکہ قتل کرنے میں کوئی امکانی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا جیسا کہ تین سال تک آپ ﷺ کا مع اپنے متعلقین کے محصور رہنا، آپ ﷺ کے ساتھ قریش کا مکمل مقاطعہ آپ ﷺ کے قتل کے لئے سازشیں ،صحابہ کرام ؓ کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچانا وغیرہ وغیرہ ،آپ معلوم کر چکے ہیں یہ سب کچھ تھا، مگر قرآن اپنے پیروؤں کو صبر و استقلال کے سوا کسی حربہ کے استعمال کی اجازت نہ دیتا تھا ہاں اس وقت جس جہاد کا حکم تھا وہ یہ کہ کفار کو حکمت [1] اور نصیحت کی باتوں سے اپنے رب کی طرف بلاؤ اور اگر باہمی مکالمے کی نوبت آئے تو حسن تدبیر اور نرم کلام سے ان کا مقابلہ کریں اور قرآن [2] کے دلائل واضحہ سے ان کے ساتھ پورا جہاد کرو تاکہ وہ حق کو سمجھ لیں،اس وقت تک جو ہزار ہا انسان اسلام کے حلقہ بگوش بن کر ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بننے پر راضی ہوئے ظاہر ہے کہ وہ دنیوی طمع یا حکومت کے جبر یا تلوار کے ذریعہ

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن کا یہی مضمون ہے ۱۲ منہ۔

[2] آیت عزی کرو کا یہی مطلب ہے ۱۲ منہ۔

سے مجبور نہیں ہوسکتے،اس کھلی ہوئی ہدایت کو دیکھتے ہوئے بھی کیا وہ لوگ خدا سے نہ شرمائیں گے جو اسلام کی حقانیت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا گیا،کیا وہ اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ ان تلوار چلانے والوں پر کس نے تلوار چلائی تھی جو نہ صرف مسلمان بنے بلکہ اسلام کی حمایت پر تلوار اٹھانے اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنے پر راضی ہوگئے،کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ ابوبکر صدیق،فاروق اعظم،عثمان غنی،علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین پر کس نے تلوار چلا کر ان کو مسلمان بنایا تھا اور اب ذرؓوانیںؓ اور ان کے قبیلہ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے،ضماداز دی کو کس نے مجبور کیا تھا اور طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے قبیلہ پر کس نے تلوار چلائی اور قبیلہ بنی عبدالاشھل کو کس نے دبایا تھا اور تمام انصار مدینہ پر کس نے زور دیا تھا جنوں نے فقط اسلام قبول نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کو اپنے یہاں بلا کر تمام ذمہ داری اپنے سرلی اور اپنے جان و مال آپ ﷺ پر قربان کئے بریدہ اسلمیؓ کو کس نے مجبور کیا کہ ستر آدمیوں کی جماعت لے کر مدینہ کے راستہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برضا ورغبت مسلمان ہوگئے۔ نجاشی بادشاہ حبشہ پر کون سی توار چلی تھی کہ باوجود اپنی سلطنت وشوکت کے قبل از ہجرت مسلمان ہوگئے،ابوہند تمیم اور نعیم وغیرہ وغیرہ پر کس نے زور دیا تھا کہ ملک شام سے سفر کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور آپ ﷺ کی غلامی اختیار کریں اور اسی قسم کے صدہا واقعات جن سے کتب تاریخ بھری ہوئی ہیں یہ ناقابل انکار مشاہدات ہیں جن کو دیکھ ہر انسان یہ یقین رکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔[1]

اسلام اپنی اشاعت میں تلوار کا محتاج نہیں

اور نہ فرضیت جہاد کا یہ مقصد ہوسکتا ہے کہ لوگوں کے گلے پر تلوار رکھ کر کہا جائے کہ مسلمان ہوجاؤیا ان کو

---

[1] یہ سب واقعات رسالہ حمیدیہ سے لئے گئے ہیں۔

کسی جبرواکراہ سے اسلام میں داخل کیا جائے ،جہاد کے ساتھ ہی جزیہ [1] کے احکام اور کفار کو اہل ذمہ بنا کر ان کے جان ومال کی حفاظت بالکل مسلمانوں کی طرح کرنے متعلق اسلامی قواعد خود اس کی شہادت ہیں کہ اسلام نے کبھی کفار کو اسلام قبول کرنے پر بعد فرضیت جہاد بھی مجبور نہیں کیا ، اس لئے ایک منصف مزاج انسان کا فرض ہے کہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرئے کہ اسلام میں فرضیت جہاد کس غرض اور کن فوائد کے لئے ہوئی اور اسے اس وقت یہ یقین کرنا پڑے گا کہ جس طرح وہ مذہب کامل نہیں سمجھا جا سکتا جس نے لوگوں کا گلا گھونٹ کر بجبرواکراہ ان کو اپنے سلسلے میں داخل کیا ہوا اسی طرح وہ مذہب مکمل نہیں جس میں سیاست نہ ہو وہ سیاست نہیں جس کے ساتھ تلوار نہ ہو وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں ہوسکتا جو صرف مرہم لگانا جانتا ہے مگر سڑے ہوئے فاسد شدہ اعضاء کا آپریشن کرنا نہیں جانتا۔

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا عجم کے ساتھ　　کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

سمجھو اور خوب سمجھو کہ جب عالم کے جسم میں شرک کے زہریلے جراثیم پیدا ہو گئے اور وہ ایک مریض جسم کی طرح ہو گیا تو رحمت خداوندی نے اس کے لئے ایک مصلح اور مشفق طبیب (آنحضرت ﷺ) کو بھیجا جس نے ترپن سال تک متواتر اس کے ہر عضو اور ہر رگ وریشہ کی اصلاح کی فکر کی جس سے قابل اصلاح اعضاء تندرست ہو گئے مگر بعض اعضاء جو بالکل سڑ چکے تھے ان کی اصلاح کی کوئی صورت نہ رہی بلکہ خطرہ ہو گیا کہ ان کے سمیت تمام بدن میں سرایت کر جائے اس لئے حکیمانہ اصول کے موافق عین رحمت وحکمت کا اقتضاء یہی تھا کہ آپریشن کرکے ان اعضاء کو کاٹ دیا جائے یہی جہاد کی حقیقت ہے اور یہی تمام جارحانہ اور مدافعانہ غزوات کا مقصد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عین میدان کارزار گرم ہونے کے وقت بھی اسلام نے اپنے مقابل جماعت میں سے صرف انہی لوگوں کے قتل کی اجازت دی ہے جن کا مرض متعدی تھا یعنی جو اسلام کے مٹانے کے

---

[1] وہ ٹیکس جو کفار سے ان کی حفاظت کے بدلہ میں وصول کیا جاتا ہے۔۱۲ منہ۔

منصوبے گانٹھتے اور بر سر جنگ آتے تھے اور ان کے متعلقین، عورتیں، بچے اور بوڑھے اور مذہبی علماء جو لڑائی میں حصہ نہیں لیتے اس وقت بھی مسلمانوں کی تلوار سے مامون تھے بلکہ وہ لوگ جو کسی دباؤ سے مجبور ہو کر مقابلے پر آئے ہوں وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے محفوظ تھے۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ بنی ہاشم میں سے کوئی شخص تمہارے سامنے آئے تو اس کو قتل نہ کرنا کیونکہ وہ اپنی رضا سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے بلکہ ان کو جبراً لایا گیا ہے (از کنز ص ۲۷۲ ج ۵) بلکہ مقابلہ پر آنے والوں اور جنگ کرنے والوں میں سے بھی تا حد بمقدور ان لوگوں کو بچایا جاتا تھا جن کے متعلق آنحضرت ﷺ کو حسن معاشرت کی خبریں پہنچتی تھیں، ذیل کا واقعہ ہمارے اس دعوے کی پوری شہادت ہے۔

جس وقت آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے ارادہ جہاد کو بھی اس نے عام جاہلیت عرب کی لڑائیوں پر قیاس کر کے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ خوبصورت عورتیں اور سرخ اونٹ چاہتے ہیں تو قبیلہ بنی مدلج پر چڑھائی کیجئے (کیونکہ ان میں اس کی کثرت ہے) لیکن یہاں صلح اور جنگ کا مقصد ہی کچھ اور تھا، ارشاد ہوا کہ مجھے حق تعالیٰ نے بنی مدلج پر چڑھائی کرنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں (احیاء العلوم)۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سات جنگی قیدی پیش کئے گئے آپ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور حضرت علیؓ کو اس پر مامور فرمایا، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ! ان چھ شخصوں کے لئے تو یہی حکم رکھئے لیکن اس ایک شخص کو آزاد کر دیجئے، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ کریم الاخلاق اور سخی آدمی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آپ اپنی طرف سے کہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم فرمایا ہے۔ (کنز العمال ص ۱۳۵ بحوالہ ابن الجوزی)

اسلامی جہاد تہذیب کے مدعی یورپین اقوام کی عالم سوز جنگ نہ تھی جس میں محض اپنی ہوس رانی کے لئے بلا امتیاز مرد و عورت اور محرم وغیر محرم شہر کے شہر انتہائی بے رحمی کے ساتھ تباہ و برباد کردیئے جاتے ہیں۔ اکبر مرحوم نے خوب فرمایا ہے۔

ہو رہا ہے نفاذ حکم فنا
نہ مکیں اس سے بچتے ہیں نہ مکاں
توپیں خود آ کے اب تو میدان میں
پڑھتی ہیں کل من علیہا فان

اگر یورپ کی خونی تاریخ کے وہ اوراق سامنے رکھ لئے جائیں جو اندلس کے عروج ونزول سے متعلق ہیں تو ان کی تہذیب وتمدن کی قلعی کھل جائے کیونکہ خود یورپین مؤرخین کے بیان واقرار کے موافق وہاں نظر آتا ہے کہ نویں صدی عیسوی تک توپ وتفنگ قتل وغارت اور طرح طرح کے مصائب ڈال کر مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مجبور کیا گیا، سینکڑوں بندگان خدا کو جلا کر خاک کر دیا گیا، سینکڑوں کو قید کر کے ان کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کیا گیا، لاکھوں مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، غرناطہ کے میدان میں مسلمانوں کی اسی ہزار قلمی نادر نایاب کتابوں کا بے نظیر ذخیرہ نذر آتش کر دیا گیا۔ سولہویں صدی میں ملک فلیمپ نے اپنی قلم رو میں عربی زبان کا ایک جملہ بولنے کو جرم قرار دیا۔ مسلمانوں کے آثار کو ایک ایک کر کے مٹایا گیا قرطبہ کی یکتائے روزگار بے نظیر جامع مسجد میں متعدد گرجے بنائے گئے، قصر حمراء وزہرا جو عالم میں بے نظیر اور بارہ ہزار برجوں پر مشتمل اور اشھد ان لا الہ الا اللہ کی آوازوں سے گونجنے والے تھے ان میں صلیبیں قائم کی گئیں، گرجے بنائے گئے جو اب تک قائم ہیں (یہ سب بیان علامہ محمد کرد علی کا ہے جو ان کے رسالہ غابر الانس وحا فرہا میں مذکور ہے جس میں انہوں نے اندلس کے عہد ماضی وحال کا موازنہ کیا ہے ۱۲ منہ شفیع عفا عنہ اضافہ در طبع پنجم۔

لیکن حقیقت یہ ہے لوگ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تک دیکھتے ہیں مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

بقول اکبر:

اپنے عیبوں کی نہ کچھ پرواہ ہے
غلط الزام بس اوروں پہ لگا رکھا ہے
یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام
یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے کیا پھیلا ہے

الغرض مدافعانہ اور جارحانہ جہاد کا مقصد مکارم اخلاق کی اشاعت اور اسلام کا تحفظ و تبلیغ اسلام کے راستے میں جو رکاوٹیں ڈالی جاتی تھیں ان کا ہٹانا تھا۔

ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد جس عام یورپین مؤرخین اور مارگولیوس وغیرہ کا یہ خیال بالکل غلط اور افتراء رہ جاتی ہے کہ اسلامی جہاد کا مقصد صرف لوگوں کو مسلمان کرنا اور لوٹ مار کر کے اپنا معاش مہیا کرنا تھا اسی طرح اسلامی روایات اور تعامل صحابہؓ کو جمع کرنے کے بعد اس میں بھی شک نہیں رہتا کہ اسلام میں جس طرح بغرض تحفظ مدافعانہ جہاد کو فرض کیا گیا ہے اسی طرح حفظ ماتقدم اور موانع تبلیغ کو راستے سے ہٹانے کے لئے جارحانہ جہاد بھی قیامت تک کے لئے ضروری کیا گیا ہے اور جس طرح مدافعانہ جہاد کی غرض لوگوں کو بجبر مسلمان بنانا نہیں ہے اسی طرح جارحانہ جہاد کا مقصد بھی کسی طرح یہ نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جب کہ اسلام کا وسیع دامن عین وقت جہاد میں بھی کفار کو اپنی پناہ میں لینے اور کفر پر قائم رہتے ہوئے ان کی جان و مال عزت و آبرو کی اسی طرح حفاظت کرنے کے لئے پھیلا ہے جس طرح ایک مسلمان کی حفاظت کی جاتی ہے جس میں مدافعانہ انداز اور جارحانہ جہاد دونوں برابر ہیں نیز دنیا میں حقیقی امن و امان قائم کرنا، ضعیفوں کو ظلم سے چھڑانا وغیرہ جو جہاد کے مقاصد ہیں ان میں بھی دونوں قسمیں یکساں ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلامی روایات کو مسخ کر کے جارحانہ جہاد کا انکار کیا جائے جیسا کہ ہمارے بعض آزاد

خیال مورخین نے کیا ہے اس مختصر گزارش کے بعد ہم اپنے اصلی مقاصد کو شروع کرتے ہیں ۔ ہجرت کے بعد جہاد و غزوات کا جو سلسلہ شروع ہوا جن میں سے بعض میں خود آنحضرت ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے اور بعض میں خاص صحابہؓ کی سرکردگی میں لشکر روانہ ہوئے مؤرخین کی اصطلاح میں پہلی قسم کے جہاد کو غزوہ اور دوسری قسم کو سریہ کہتے ہیں ۔ غزوات کی مجموعی تعداد تیئیں ہے جن میں سے نو میں جنگ کی نوبت آئی ، باقی میں نہیں ، اور سرایا تینتالیس ہیں اور عجب ہے کہ ان تمام غزوات اور سرایا میں باوجود مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قلت تعداد کے ہمیشہ فتح و نصرت ان ہی کا حصہ ہوتا تھا ۔ البتہ صرف غزوہ احد میں فتح پانے کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ بھی اس لئے کہ لشکر کے ایک ٹکڑے نے آنحضرت ﷺ کے امر کے خلاف کیا تھاہم ان تمام غزوات و سرایا کو بغرض توضیح ایک نقشہ کی صورت میں سنہ واردرج کرتے ہیں اورچونکہ غزوات و سرایا کی تاریخ اور تعداد میں اختلاف ہے اس لئے ہم نے اس تمام بیان میں حافظ حدیث علامہ مغلطائی کی سیرت پر اعتماد کیا ہے (نقشہ یہ ہے)

غزوات و سرایا

۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے دو سریے روانہ فرمائے (۱) سریہ حمزہؓ (۲) سریہ عبیدہؓ ۔

۲ھ میں پانچ غزوات ہوئے (۱) غزوہ ابوا جس کو غزوہ دوران بھی کہا جاتا ہے ، (۲) غزوہ سویق ۔ اور تین سریے اور روانہ ہوئے ۔ (۱) سریہ عبداللہ بن جحش (۲) سریہ عمیرؓ (۳) سریہ سالم ۔ اس سال کے غزوات میں سب سے زیادہ اہم غزوہ بدر ہے ۔

۳ھ میں تین غزوات ہوئے (۱) غزوہ غطفان (۲) غزوہ احد (۳) غزوہ حمراء الاسد ۔ اور دو سریے روانہ ہوئے ۔ (۱) سریہ محمد بن مسلمؓ (۲) سریہ زید بن حارث ۔ اس سال کے غزوات میں غزوہ احد زیادہ اہم ہے ۔

۴ھ میں دو غزوات ہوئے (۱) غزوہ بنی النضیر (۲) غزوہ بدر صغریٰ ۔ اور چار سریے بھیجے گئے ۔ (۱) سریہ ابو سلمہؓ (۲) سریہ عبداللہ بن انیس (۳) سریہ منذر (۴) سریہ مرثد ۔

۵ھ میں چار غزوات ہوئے جن میں خود حضرت رسالت پناہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے (۱) غزوہ ذات الرقاع (۲) غزوہ دومۃ الجندل (۳) غزوہ مریسیع جس کو غزوہ المصطلق بھی کہا جاتا ہے (۴) غزوہ خندق زیادہ مشہور ہے ۔

۶ھ میں تین غزوات ہوئے (۱) غزوہ بنی لحیان (۲) غزوۂ غابہ جس کو ذی قرد بھی کہا جاتا ہے (۳) غزو حدیبیہ اور گیارہ سرایا روانہ کئے گئے (۱) سریہ محدبن مسلمہ بجانب قرطا (۲) سریہ عکاشہ سربہ محمد بن سلمہ ؓ بجانب ذی القعد (۳) سریہ عبدالرحمن بن عوف (۲) سریہ علیؓ (۷) سریہ زیدبن حارثہ بجانب بنی سلیم (۸) سریہ عباللہ بن عتیک (۹) سریہ عبداللہ بن رواحہ (۱۰) سریہ کرزبن جائز (۱۱) سریہ عمر الضمری ۔اس سال کے غزوات میں واقعہ حدبیہ اہم ہے ۔

۷ھ اس سال میں صرف ایک غزوہ ،،غزوہ خیبر،،واقع ہوا جواہم غزوات میں سے ہے اور پانچ سرایا روانہ ہوئے (۱) سریہ ابوبکر (۲) سریہ بشیربن سعد (۳) سریہ غالب بن عبداللہ (۴) سریہ بشیر (۵) سریہ اجزم ۔

۸ھ اس سال میں چار اہم غزوات پیش آئے (۱) غزوہ موتہ (۲۰ فتح مکہ معظمہ (۳) غزوہ حنین (۴) غزوہ طائف ۔اوردس سرایا بھیجے گئے (۱) سریہ غالب بجانب بنی الملوح (۲) سریہ غالب بجانب فدک (۳) سریہ شجاع (۴) سریہ کعب (۵) سریہ عمرو بن عاص (۶) سریہ ابو عبیدہ بن الجراح (۷) سرایہ ابوقتادہ (۸) سریہ خالد جس کو غمیصا بھی کہا جاتا ہے (۹) سریہ طفیل بن عمردوسی (۱۰) سریہ قطبہ ۔

۹ھ اس سال صرف ایک غزوہ تبوک واقع ہوا اہم غزوات میں سے ہے اور تین سرئیے روانہ کئے گئے (۱) سریہ علقمہ (۲) سریہ علی (۳) سریہ عکاشہ ۔

۱۰ھ اس سال صرف دوسرئیے روانہ کئے گئے (۱) سریہ خالدبن ولید بجانب نجران (۲) سریہ علی بجانب یمن اور اسی سال حجۃ الوداع ہوا ۔اس سال آنحضرت ﷺ نے صرف ایک سریہ کی روانگی کا بسرکردگی حضرت اسامہ ؓ حکم فرمایا تھا جو آپ کی وفات کے بعد روانہ ہوسکا ۔یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محدثین اور مورخین اسلام کی اصطلاح میں غزوہ اور سریہ کا اطلاق کچھ ایسا عام ہے کہ ذرا ذرا سے معمولی

واقعات کو بھی غزوہ اور سریہ کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے اگر ایک یا دو آدمی کسی مجرم کی گرفتاری کے لئے گئے تو مورخین اس کو بھی سریہ کہتے ہیں ۔اسی طرح غزوہ کے مفہوم میں مورخین کی اصطلاح میں نہایت توسیع ہے اور یہی وجہ ہے کہ غزوات یا سرایا کی مجموعی تعداد مذکورۃ الصدر بیان کے مطابق چھیاسٹھ تک پہنچتی ہے ورنہ ہمارے عرف میں جہاد اور غزوہ جس اہم جنگ کو سمجھا جاتا ہے وہ تمام ان واقعات میں صرف چند ہیں جن کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے ۔

اہم غزوات وسرایا اور واقعات متفرقہ

پہلا سریہ امارت حمزہؓ

ہجرت کے سات مہینہ کے بعد رمضان میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ کو تیں مہاجرین کا امیر لشکر بنا کر ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور قریش کے ایک قافلہ کی طرف روانہ کیا لیکن جب یہ حضرات دریا کے کنارے پر پہنچے اور باہمی مقابلہ ہوا تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑ کر جنگ کو روک دیا ۔

سریہ عبیدہ بن الحارثؓ اور اسلام میں تیر اندازی کا آغاز

پھر شوال ۱ھ میں حضرت عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ آدمیوں کا امیر لشکر بنا کر بطن رابغ کی طرف ابو سفیان کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اسی جہاد میں اول تیر سعد بن ابی وقاصؓ نے کفار پر پھینکا اور یہ سب سے پہلا تیر ہے جو اسلام میں کفار پر چلایا گیا تھا ۔

۲ھ تحویل قبلہ

سریہ عبداللہ بن جحشؓ غزوہ بدر

---

[1] غزوات ۲۳ اور سرایا ۴۳ منہ ۔

اس سال سے اسلام کی زندگی میں ایک عظیم الشان تغیریہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ آنحضرت ﷺ کی خواہش کے مطابق بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ قرار دیا جاتا ہے جودنیا کا پہلا گھر ہے اور جسے لوگوں کو یکجہتی کے ساتھ خدا کی عبادت پر مجتمع کرنے کے لئے مرکز توجہ بنایا ہے ۔

سریہ عبداللہ بن حجش اور اسلام میں پہلی غنیمت

اسی سال میں آنحضرت ﷺ نے بارہ مہاجرین پر حضرت عبداللہ بن حجشؓ امیر بنا کر ماہ رجب میں مقم نخلہ میں ایک قریشی قافلہ کے لئے روانہ فرمایا جس روز قافلہ سامنے آیا تو اتفاقاًماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی اور رجب ان مہینوں مین میں سے ہے جن میں ابتداءاسلام میں قتل وقتال حرام تھا لیکن حضرات صحابہ اس تاریخ کو جمادی الثانیہ کی تیسویں تاریخ سمجھ رہے تھے جیسا کہ لباب النقول اور بیضاوی میں ابن جریر اور بیہقی سے نقل کیا ہے اس لئے مشورہ کے بعد یہی قرار پایا کہ مقابلہ کرنا چاہئے مقابلہ ہواتورئیس قافلہ مارا گیا اور دو آدمی گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا جو امیر سریہ نے شرکاء جہاد میں تقسیم کر دیا اور پانچواں حصہ بیت المال کے لئے نکال رکھا اور بعض روایات میں ہے کہ کل مال غنیمت لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام یعنی رجب میں مقابلہ کا حکم نہیں دیا تھا یہ مال غنیمت آپ ﷺ نے غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد اس کے ساتھ تقسیم کیا ۔

اس واقعہ سے عرب میں یہ چرچا ہوا کہ آپ ﷺ نے اشہر حرام میں قتال کو جائز کر دیا اس وقت آیت کریمہ یسلونک عن الشھر الحرام ان کے جواب کے لئے نازل ہوئی ۔

غزوہ بدر

مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک کنویں کا نام بدر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے یہ عظیم الشان جہاد اسی سرزمین پر واقع ہوا جس کا واقعہ بالاختصار یہ ہے ۔

قریش کا مایہ ناز اور ان کی تمام تر قوت وشوکت کا سبب چونکہ ملک شام کی تجارت تھی اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آرہا تھا نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تین سو چودہ صحابہ مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لے گئے روحا میں پہنچ کر ڈیرہ ڈال دیا (روحا مدینہ کی جنوبی جانب میں چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) ادھر قریشی قافلے کے سردار کو اس کی اطلاع ہوگئی اس لئے وہ راستہ چھوڑ کر دریا کے کنارے کنارے قافلہ کو لے چلے اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑایا کہ قریش پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال کے منصوبہ گانٹھ رہے تھے اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً نو سو پچاس نوجوانوں کا ایک بڑا لشکر جن میں سو گھوڑے کے سوار اور سات سو اونٹ تھے آپ ﷺ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور متمول لوگ سب کے سب شریک تھے۔

صحابہؓ کی جانثاری

رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے اپنی جان ومال کو پیش کر دیا عمر بن وقاصؓ اس وقت کم عمر تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو شرکت جہاد سے روک دیا تو وہ رونے لگے اس پر آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور وہ بھی شریک جہاد ہوئے انصار میں قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ نے اٹھ کر کہا کہ خدا کی قسم آپ ﷺ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں صحیح مسلم اور بخاری کی روایت میں ہے کہ مقدادؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے یہ سن کر آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے آگے بڑھنے کا حکم فرمایا بدر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا ابو سفیان تو اپنے قافلہ تجارت کو لے کر نکل گیا ہے اور قریش کا بڑا لشکر اسی میدان کے دوسرے کنارے پڑا ہے اور قافلہ نکل جانے کے بعد

بھی ابو جہل نے لوگوں کو یہی مشورہ دیا کہ جنگ کو ملتوی نہ کیا جائے مسلمانوں کا لشکر یہ سن کر آگے بڑھا لیکن قریش پہلے پہنچ کر ایسی جگہ پر قابض ہو چکے تھے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی پانی کے مواقع بھی سب اسی طریق تھے مسلمان پہنچے تو ایسی ریتلی زمین ان کے حصہ میں آئی کہ اس میں چلنا دشوار ہونے کے علاوہ پانی کا نام نہیں۔

غیبی امداد

لیکن خداوند عالم فتح ونصرت کا وعدہ فرما چکا تھا، ایسے ہی اسباب مہیا فرما دیئے کہ اسی وقت بارش ہوئی جس سے زمین کا ریت جم گیا، تمام لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور پلایا اور اپنے برتن سب بھر لئے اور زمین میں باقی ماندہ پانی حوض بنا کر روک دیا گیا، ادھر اسی بارش نے کفار کی زمین پر اس قدر کیچڑ پیدا کر دیا کہ چلنا مشکل ہو گیا جب دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے تو نبی کریم ﷺ صفوف قتال کو درست کرنے کے لئے خود کھڑے ہوئے چنانچہ یہ لشکر ایک مستحکم دیوار کی طرح بن کر کھڑا ہو گیا۔

مسلمانوں کا ایفاء وعدہ

اس وقت جب کہ تین سو بے سروسامان آدمیوں کا مقابلہ ایک ہزار باشوکت کافروں سے ہے ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص بھی اس وقت ان کی امداد کو پہنچ جائے تو وہ کس قدر غنیمت معلوم ہو گا لیکن اسلام میں پابندی عہد ان سب باتوں سے مقدم ہے، میں میدان کا رزار میں حضرت حذیفہؓ اور ابو حسلؓ دو صحابی شرکت جہاد کے لئے پہنچتے ہیں مگر اپنے راستے کہ حوالہ بیان کرتے ہیں کہ راستے میں کفار نے روکا کہ تم محمد ﷺ کی امداد کو جارہے ہو ہم نے انکار کیا اور عدم شرکت کا وعدہ کر لیا جب آپ ﷺ کو اس وعدہ کا علم ہوا تو دونوں کو شرکت جہاد سے روک دیا اور فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے ہمیں اللہ کی امداد کافی ہے اور بس۔ (صحیح، مسلم)

الغرض صفیں درست ہوگئیں تو پہلے قریش کے تین بہادر نکلے مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ اور حمزہؓ بن عبدالمطلب اور عبیدہ بن الحارثؓ نے ان کا مقابلہ کیا تینوں کافر قتل ہوگئے مسلمانوں میں صرف عبیدہ زخمی ہوئے حضرت علیؓ نے ان کو کندھے پر اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچایا، آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر ان کے چہرے کا غبار خود دست مبارک سے صاف فرمایا۔

دامن سے وہ پونچھتا ہے آنسو رونے کا کچھ آج ہی مزہ ہے

عبیدہؓ نے دم توڑتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم شہید ہو اور میں اس پر گواہ ہوں اب تو عبیدہؓ مسرت سے کہنے لگے کہ آج ابو طالب زندہ ہوتے تو انہیں تسلیم کرنا پڑتا کہ ان کے اشعار کا پورا مستحق میں ہوں۔ جب عبیدہؓ کی وفات ہوگئی تو خود سرور کائنات ان کی قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے دفن کیا یہ امتیازی فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبیدہؓ کا حصہ تھا (کنزالعمال)

کذبتم وبیت اللہ بنزی محمد
ولما نظاع عن دونہ ونناصل
ونسلمہ حتی نصرع حولہ
ونذھل عن ابنائنا والحلائل[1]

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کو بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

"یعنی بیت اللہ کی قسم تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ ہم محمد ﷺ کو بغیر سخت نیزہ بازی اور تیر اندازی کے

---

[1] آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب جو ہمیشہ آپ ﷺ کی حمایت میں سرگرم تھے انھوں نے اپنے جذبہ حمایت کو ان اشعار میں ادا فرمایا تھا۔

سپرد خاک کر دیں گے یا آپ ﷺ کو دشمنوں کے سپرد کردیں گے۔یہاں تک کہ ہماری لاشیں آپ کے گرد پڑی اپنے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جائیں۔" (از کنز العمال ص ۲۷۲ ج ۵)

صحابہ ؓ کا حیرت انگیز ایثار وجانبازی

اس وقت جب دونوں لشکر ملے تو دیکھا گیا کہ بہت سے اپنے ہی لخت جگر تلواروں کی زد میں ہیں مگر اس حزب اللہ کا عقیدہ تھا۔

ہزار خویش کہ بیگان از خدا باشد
فدائے یکتن بیگانہ کاشنا باشد

یعنی ہزار قریبی رشتہ دار جو اللہ تعالی سے بیگانہ ہوں اس شخص پر فدا جو آشنائے حق ہو۔

چنانچہ جب صدیق اکبرؓ کے بیٹے جواب تک کافر تھے میدان میں آئے تو خود حضرت صدیق کی تلوار ان کی طرف بڑھی عتبہ سامنے آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہؓ تلوار کھینچ کر باہر نکلے حضرت عمرؓ کا ماموں میدان میں بڑھا تو فاروقی تلوار نے خود اس کا فیصلہ کیا۔(سیرت ابن ہشام واستیعاب ابن عبدالبر)

اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی ادھر میدان کارزار گرم تھا ادھر سیدالرسل ﷺ سجدے میں پڑے ہوئے فتح ونصرت کی دعا مانگ رہے تھے بالآخر غیبی شہادت نے آپ ﷺ کو مطمئن فرمایا۔

ابوجہل کی ہلاکت

چونکہ ابوجہل کی شرارت اور اسلام کی دشمنی سب میں مشہور ہے اس لئے انصار میں سے حضرت معوذؓ اور معاذؓ دونوں بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ وہ جب ابوجہل کو دیکھیں گے تو یا اسے ماردیں گے یا خود مرجائیں گے۔اس عہد پر یہ دونوں بھائی اپنا عہد پورا کرنے کے لئے نکلے مگر ابوجہل کو پہچانتے نہ تھے اس لئے عبدالرحمن بن عوف سے پوچھا کہ ابوجہل کونسا ہے انہوں نے اشارہ سے بتلا دیا، بتلانا تھا کہ دونوں باز کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے ابوجہل اسی وقت خاک وخون میں تھا ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے (جوبعد میں

مسلمان ہوئے)پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے شانہ کٹ گیا مگر ایک تسمہ باقی رہا ۔ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا مگر وہ بھاگ گئے پھر معاذ اسی حالت میں مصروف جہاد ہوگئے لیکن ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف ہوتی تھی اس لئے ہاتھ کو نیچے دبا کر کھینچا کہ وہ تسمہ بھی الگ ہوگیا اور پھر مصروف جہاد ہوگئے ۔(سیرت حلبیہ ص۵۵۴ج۱)

ایک عظیم الشان معجزہ ایک مٹھی کنکروں سے سارے لشکر کو شکست اور ملائکہ کی امداد

آنحضرتﷺ نے بحکم خداوندی ایک مٹھی بھر کنکریاں دشمن کے لشکر کی طرف پھینکیں اور پھر صحابہؓ سے فرمایا کہ دفعتہً ان پر ٹوٹ پڑوادھر ظاہری اسباب میں اصحابہؓ کی تھوڑی سی جماعت ان کی طرف بڑھی اور ادھرخداوندعالم نے ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی اور اپنا وعدہ نصرت پورا فرمادیا قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور باقی کے پاؤں اکھڑگئے بھاگنا شروع کیا ۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا ان میں بعض کوقتل اور بعض کوقید کر لیا۔ جس میں ستر آدمی مقتول اور ستر گرفتار ہوئے قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ شیبہ ابوجہل امیہ بن خلف سب ایک ایک کر کے مارے گئے اور ادھر مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے چھ مہاجرین میں سے چھ اورآٹھ انصار میں سے ۔

تنبیہ: یہ غزوہ دراصل اول سے آخر تک اسلام کا کھلا معجزہ تھا ورنہ اس میں مسلمانوں کی فتح کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ ادھر ایک ہزار نوجوانوں کا عظیم الشان لشکر ہے اور ادھر صرف تین سوچودہ آدمی ادھر بڑے بڑے دولت مند امراء ہیں جو تنہا سارے لشکر کی رسدہ وغیرہ کا خرچ خود اٹھا سکتے ہیں اور ادھر بے سروسامان مفلس لوگ ادھر سواروں کی جمعیت اور ادھر مسلمانوں کے لشکر میں صرف دو گھوڑے ادھر ہر قسم کے ہتھیار واسلحہ کی بھر مار اور ادھر صرف محدود تلواریں ۔

یورپین مورخین حیرت میں ہیں کہ یہ کیسے ہوگیا انہیں خبر نہیں کہ فتح ونصرت کامیابی ناکامی گھوڑوں اور تلواروں یا مال ودولت کے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ اس میں اور کوئی ہاتھ کارفرما ہے لیکن اسباب ظاہری کے دلدادہ برق وبھاپ کے پوجنے والے کہاں اس حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں اکبر نے خوب کہا ہے :

چھوڑ کر بیٹھا ہے یورپ آسمانی باپ کو

بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو

اسیران جنگ بدر کیساتھ مسلمانوں کا سلوک

تہذیب کے مدعی یورپیوں کے لئے سبق

اسیران جنگ بدر جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے دو دو چار چار کر کے صحابہؓ میں تقسیم کر دیئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھیں جس کا اثر یہ تھا کہ صحابہؓ ان کو کھانا کھلاتے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے ۔

اسیران جنگ کے معاملہ میں بعد مشورہ صحابہ یہ طے ہوا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے چنانچہ چار چار ہزار فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا ۔

اسلامی مساوات

ان قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے (جو بعد میں مسلمان ہوئے) حضرت عباسؓ رات کو قید کی تکلیف سے کراہتے تھے ان کی آواز آپ ﷺ کے گوش مبارک میں پہنچی تو نیند اڑ گئی لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ کو نیند کیوں نہیں آئی ارشاد ہوا کیسے سو سکتا ہوں جب کہ میرے عم بزرگوار کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے ۔ (کنزالعمال ص۲۷۶ ج ۵)

یہ سب کچھ تھا مگر مساوات اسلامی اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے ضعیف العمر بزرگوار کو قید سے رہا کر دیا جائے جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا ان سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا عام قیدیوں کی نسبت سے کچھ زیادہ کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار اور امراء سے کچھ زیادہ لیا گیا حضرت عباس بھی غنی تھے ان کو بھی چار ہزار سے زیادہ دینا پڑا انصار نے بھی عرض کیا کہ عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز و اقارب اور دوست دشمن سب برابر تھے انصار کے کہنے پر بھی یہ قبول نہیں کیا گیا اسی طرح آپ کے داماد حضرت ابو العاص بھی اسیران جنگ میں آئے ان کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ تھا اس لئے ان کی زوجہ یعنی آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کو جو مکہ میں مقیم تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں ان کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے ان کے جہیز میں دیا تھا وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا جب آپ ﷺ نے یہ ہار دیکھا تو بے اختیار آنکھوں میں آنسو آئے اور صحابہ سے کہا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینب کے پاس اس کی والدہ کی یادگار ہے اس کو واپس کر دو۔ صحابہ نے بخوشی قبول کر کے واپس کر دیا اور ابو العاص سے کہہ دیا کہ حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیں۔(مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد احمد)

ابو العاص کا اسلام

ابو العاص آزاد ہو کر مکہ پہنچے اور شرط کے موافق حضرت زینب کو مدینہ بھیجا ابو العاص ایک بڑے تاجر تھے اتفاقاً دوسری مرتبہ پھر ملک شام سے مال لاتے ہوئے پکڑے گئے اور پھر اس مرتبہ رہا ہو کر مکہ واپس آئے تو تمام شرکاء کا حساب بے باق کر کے مشرف با اسلام ہوئے اور لوگوں سے کہہ دیا کہ میں اس لئے یہاں آ کر مسلمان ہوتا ہوں کہ لوگ یوں نہ کہیں کہ ہمارا مال لے کر تقاضہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا یا بجبر و اکراہ مسلمان کر لیا گیا۔(تاریخ طبری)

بدر کے قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے رسول اللہ ﷺ نے سب کے کپڑے دلوادیئے مگر حضرت عباس کاقداس قدر لمبا تھاکہ کسی کاکرتہ ان کے بدن پر راست نہ آیا تو عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے اپنا کرتا دے دیا

آنحضرت ﷺ نے جو اپنا کرتہ عبداللہ بن ابی کے کفن میں عنایت فرمایا تھا اس میں احسان کا معاوضہ بھی ملحوظ تھا (صحیح بخاری)

اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم

اسیران جنگ میں جو لوگ فدیہ نہیں دے سکتے تھے ان میں سے جو لوگ پڑھنا جانتے تھے ان سے کہا گیا کہ تم دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو یہی تمہارا فدیہ ہے حضرت زیدؓ بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

اس سال کے واقعات متفرقہ

اسی سال اتوار کے روز آنحضرت ﷺ غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے لوگ آپ کی صاحبزادی رقیہ کو دفن کر کے ہاتھ جھاڑ رہے تھے۔(سیرت مغلطائی)

اسی سال بعد واپسی غزوہ بدر پہلی مرتبہ عید الفطر پڑھی گئی۔ رمضان کے روزے اور صدقہ الفطر بھی اسی سال واجب ہوئے۔ عید الاضحی کی نماز اور قربانی بھی اسی سال واجب ہوگئیں (سیرت مغلطائی) اس سال ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی۔

غزوہ احد غطفان ۸ھ وغیرہ

غزوہ غطفان اور آپ ﷺ کے خلق عظیم کا معجزہ

۳ھ میں ساڑھے چار سو آدمی لے کر دعثور بن الحارث محاربی مدینہ طیبہ پر حملہ کے لئے چلا آنحضرت ﷺ مقابلہ کے لئے تشریف لائے تھے سب نے بھاگ بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لی نبی اکرم ﷺ مطمئن ہو کر میدان سے واپس ہوئے اس وقت اتفاقاً بارش سے کپڑے تر ہوگئے آپ ﷺ نے ان کو سکھانے کے لئے نکال کر درخت پر پھیلا دیا اور خود ان کے سایہ میں لیٹ گئے ادھر پہاڑ کے اوپر دعثو دیکھ رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ آپ مطمئن ہو کر لیٹ گئے تو سیدھا آپ ﷺ کے سرہانے پہنچا تلوار کھینچ کر سامنے آیا اور کہا بتلاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا مگر مقابلے میں خدا کا رسول تھا بغیر کسی ہراس کے جواب دیا کہ ہاں اللہ تعالی بچائے گا اس کلمہ کا سنا تھا کہ دعثور کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی اب نبی کریم ﷺ نے تلوار اٹھا کر فرمایا تم بولو اب تمھیں کون بچائے گا؟ اس کے پاس اس کے سوا کیا جواب تھا کہ کوئی نہیں نبی کریم کو اس کی بچارگی پر رحم آگیا اور اس کو معاف فرما کر چھوڑ دیا۔ (سیرت مغلطائی ۴۰)

دعثور یہاں سے اٹھا اور یہ اثر لے کر اٹھا کہ نہ فقط خود مسلمان ہوا بلکہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کا ایک زبردست مبلغ بن گیا۔

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں[1] دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

حضرت حفصہؓ اور زنیبؓ سے نکاح

شعبان ۳ھ میں ام المومنین حضرت حفصہؓ اور رمضان ۳ھ میں حضرت زنیبؓ بنت خزیمہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ (سیرت مغلطائی)

---

[1] شپرہ چشمی سے اعتراض کرنے والی یورپین اقوام دیکھیں کہ اشاعت اسلام کا ذریعہ یہ خلق عظیم تھا نہ کہ تلوار کا زور یا مالی طمع۔ ۱۲۔

غزوہ احد

احد مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس جگہ جہاد ہوا ہے اسی جگہ حضرت ہارون علیہ اسلام کی قبر بھی ہے یہ باتفاق جمہور شوال ۳ھ میں ہوا ہے اور تاریخ میں مختلف اقوال ہیں ۱۱،۱۰،۹،۸،۷۔ (زرقانی شرح مواہب ص ۴۰ جلد ۳)

بدر کے شکست خوردہ مشرکین نے سال بھر کے بعد جب کچھ ہوش سنبھالا تو حرارت انتقام بڑھنے لگی اور اس مرتبہ اہتمام سے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور اس غرض کے لئے تین ہزار نوجوانوں کا لشکر پورے سازوسامان کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا جن میں سے سات سوزہیں اور دو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور چودہ عورتیں بھی اس غرض کے لئے ساتھ تھیں کہ مردوں کو غیرت دلائیں اور اگر بھاگیں تو لعنت ملامت سے شرما دیں ادھر آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت اسلام لا چکے تھے مگر ابھی تک مکہ میں ہی مقیم تھے انہوں نے فوراً تمام حالات لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیئے آپ کو اطلاع ہوئی تو فورا دو آدمی تحقیق حالات کے لئے بھیجے انہوں نے آکر خبر دی کہ قریش کا لشکر مدینہ آپہنچا چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے اور صبح کو آپ ﷺ صحابہؓ سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ہزار صحابہ کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے جن میں عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے تین سو ہم خیال منافقین بھی شامل تھے یہ سب کے سب راستے ہی سے واپس ہوگئے اور اب مسلمانوں کا لشکر صرف سات سو ہی رہ گیا۔

فوج کی ترتیت اور صحابہؓ کے لڑکوں کا شوق جہاد

مدینہ سے نکل کر جب فوج کا جائزہ لیا گیا تو کم سن بچے واپس کر دیئے گئے مگر بچوں میں جہاد کے ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ جب رافع بن خدیجؓ سے کہا گیا کہ تمہاری عمر کم ہے تم واپس جاؤ تو پنجوں کے بل تن کر کھڑے ہوگئے کہ اونچے معلوم ہونے لگیں چنانچہ وہ جہاد میں لے لئے گئے۔

سمرہ بن جندبؓ جوان کے ہم عمر تھے جب انہوں نے دیکھا تو عرض کیا کہ میں تو رافع کو لڑائی میں بچھاڑ سکتا ہوں اگر وہ جہاد میں لئے جاتے ہیں تو مجھے بدرجہ اولیٰ لینا چاہیے ان کے کہنے کے مطابق دونوں میں مقابلہ کرایا گیا سمرہؓ نے رافع کو بچھاڑ دیا اور ان کو بھی جہاد میں لے لیا گیا۔ (تاریخ طبری ج۳)

کیا اشاعت اسلام کو بزور شمشیر کہنے والے ان قربانیوں کو دیکھ کر اپنے افتراء سے نہ شرمائیں گے؟

الغرض مقابلہ پر پہنچ کی نبی اکرام ﷺ نے صف آرائی فرمائی احد پہاڑ پشت کی طرف تھا اس لئے اس کیطرف سے غنیم کے آنے کا احتمال تھا آپ ﷺ نے پچاس آدمی پہاڑ پر پہرے کے لئے کھڑے کر دیئے اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا لڑائی شروع ہوئی اور دیر تک گھمسان کی لڑائی کے بعد جب فوجیں ہٹیں تو مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا قریش بد حواس ہوکر منتشر ہوگئے مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا یہ دیکھتے ہی وہ لوگ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آگئے جن کو عقب کی جانب پہاڑ کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا تھا ان کے امیر عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت منع کیا مگر وہ یہ سمجھ کر کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہی یہاں سے ہٹ گئے نہ رکے اور یہاں صرف چند صحابہؓ رہ گئے یہ دیکھ کر خالد بن ولید نے (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے) عقب کی جانب سے دفعتہً حملہ کیا عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے باقی ماندہ چند ساتھیوں نے نہایت جانبازی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا بالآخر سب کے سب شہید ہوگئے اب راستہ صاف ہوگیا تو خالد اپنے دستے کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور دونوں فوجیں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے یہ چونکہ آنحضرت ﷺ کے مشابہ تھے ان کی شہادت سے یہ مشہور ہوگیا آنحضرت ﷺ شہید ہوگئے روایات میں ہے کہ اسی شیطان یا مشرک نے زور سے یہ آواز دے دی کہ محمد ﷺ قتل ہوگئے (زرقانی شرح مواہب ص۳۳ ج۲)

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ مسلمانوں کی فوج می مایوسی چھا گئی بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن بہت سے جاں نثار لوگ اس وقت بھی برابر سرگرم قتال تھے مگر سب کی نگاہیں اسی کعبہ مقصود ﷺ کو اشتیاق کے ساتھ ڈھونڈ رہی تھیں سب سے پہلے حضرت کعب بن مالکؓ کی نظر آپ ﷺ پر پڑی توانہوں نے خوشی سے پکارا کہ مبارک ہو رسول اللہ ﷺ یہاں بخیر وعافیت تشریف فرما ہیں یہ سنتے ہی صحابہؓ آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑے مگر ساتھ کفار نے بھی سب کی طرف سے ہٹ کر اسی جانب رخ کیا کئی مرتبہ آپ ﷺ پر حملہ ہوتا مگر آپ ﷺ محفوظ رہے ایک مرتبہ جب کفار نے ہجوم کیا تو ارشاد ہوا کون مجھ پر جان دیتا ہے ؟ حضرت زیاد بن سکنؓ مع چار اصحاب کے آگے بڑھے سب کے سب نہایت دلیرانہ جانبازی کے ساتھ شہید ہو گئے جب زیادؓ زخمی ہو کر گرے تو ارشاد فرمایا کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ لوگ اٹھا لائے اس وقت تک کچھ جان باقی تھی ۔ قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی سبحان اللہ ۔

آپ ﷺ کے چہرہ انور کا زخمی ہونا

قریش کا مشہور بہادر عبداللہ بن قمیہ صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں گھس گئیں اور ایک دندان مبارک شہید ہو گیا حضرت صدایق اکبرؓ خود کی کڑیوں کو زخم سے نکالنے کے لئے آگے بڑھے تو ابوعبیدہ جراحؓ نے قسم دی کہ خدا کے لئے یہ خدمت مجھے کرنے دو اور خود آگے بڑھ کر ہاتھ کے بجائے منہ سے ان کڑیوں کو کھینچا تو پہلی مرتبہ ایک کڑی نکلی مگر ساتھ ہی اس کے زور سے ابو عبیدہؓ کا ایک دانت بھی گر گیا ۔ یہ دیکھ کر دوسری کڑی نکالنے کے لئے پھر حضرت صدایقؓ بڑھنے لگے تو ابو عبیدہ نے پھر قسم دے کر ان کو روکا اور خود ہی دوبارہ اسی طرح سے منہ سے دوسری کڑی نکالی جس کے ساتھ ابو عبیدہؓ کا دوسرا دانت بھی گر گیا (ابن

حبان ودار قطنی وغیرہ از کنزالعمال ص۲۷۴ج ۵) آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر پڑے جو کفار نے اس لئے بنایا تھا کہ مسلمان اس میں گریں ۔

صحابہ کی جاں نثاری

یہ دیکھ کر جانباز صحابہ آپ ﷺ پر چھا گئے تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی مگر سب صحابہ اپنے اوپر لیتے تھے حضرت ابودجانہؓ جھک کر آپ ﷺ کی ڈھال بن گئے تھے جو تیر آتا ان کی پشت میں لگتا تھا حضرت طلحہ نے تیروں اور تلواروں کو اپنے اوپر روکا جس سے ہاتھ کٹ کر گرگیا (بخاری) اور جنگ کے بعد دیکھا گیا ان کے بدن پر ستر سے زیادہ زخم تھے ۔ (ابن حبان وغیرہ از کنزالعمال ص۲۷۴ج ۵)

ابو طلحہؓ ایک ڈھال کے ذریعہ آپ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے آپ ﷺ جب گردن اٹھا کر فوج کی طرف دیکھتے تو ابو طلحہؓ کہتے تھے یا رسول اللہ آپ سر نہ اٹھایئے نصیب اعداء کوئی تیر نہ لگ جائے اس کے لئے آپ ﷺ سے پہلے میرا سینہ موجود ہے (بخاری غزوہ احد)

ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ اگر قتل ہوگیا میرا ٹھکانا کہاں ہو گا ؟ آپ ﷺ نے فرمایاکہ جنت میں ان کے ہاتھ کچھ کھجوریں تھیں جو کھارہے تھے یہ سنتے ہی انہیں پھینک کر سیدھے معرکہ میں پہنچے اور سرگرم قتال ہونے کے بعد شہید ہوگئے ۔ (بخاری غزوہ احد)

یہ قریش بدبخت بے رحمی کے ساتھ آپ ﷺ پر تیر تلواریں برسا رہے تھے مگر رحمتہ للعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے

اللهم اغفرلقومی فانهم لا يعلمون ۔

(اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں)

چہرہ انور سے خون جاری تھا اور سراپا رحمت ﷺ اس کو کسی کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا (فتح الباری غزوہ احد

)اس غزوہ میں کفار کے صرف بائیس یا تئیس آدمی مارے گئے اور مسلمانوں میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔

۴ھ۔ سریہ منذر بجانب بیر معونہ

اس سال ماہ صفر میں آپ ﷺ نے ستر صحابہؓ کا ایک دستہ اہل نجد کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا جن میں بڑے بڑے علماء صلحاء شامل تھے وہاں پہنچے تو عامر رعل ذکوان عصیہ ان کے مقابلے کے لئے کھڑے ہوگئے بالآخر جنگ ہوئی اور اتفاقاً سب شہید ہوگئے آنحضرت ﷺ کو اس کا سخت رنج پہنچا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے قاتلین کے لئے چند روز صبح کی نماز میں بد عافرمائی ۔(سیرت مغطائی ص۵۳)

اور اسی سال ماہ شوال میں حضرت حسنؓ کی ولادت ہوئی اور حضرت ام سلمہؓ آنحضرت کے عقد میں آئیں۔

۵ھ۔ قریش اور یہود کی متفقہ سازشیں اور غزوہ احزاب

قریش اور یہود کا اتفاق

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں یہود سے مصلحت کا معاہدہ فرمایا تھا جس کو نبی اکرام ﷺ وفا کرتے رہے لیکن چونکہ یہود مدینہ طیبہ کے رئیس اور بڑے مانے جاتے تھے آپ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد اسلام کی روزافزوں ترقی اور شوکت کو دیکھ کر ان کو سخت غیظ ہوتا تھا اور اسی لئے ہمشہ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے درپے آزار رہتے تھے ۔

غزوۂ بدر میں جب مسلمانوں کو حیرت انگیز فتح یابی ہوئی تو ان کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی اور بالآخر انہوں نے اعلانیہ عہد شکنی شروع کر دی چنانچہ ۲ھ میں ان کے قبیلہ قینقاع نے اعلان جنگ کیا یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کی مقابلہ ہوا تو وہ قلعہ بند ہوگئے کچھ عرصہ محصور رہنے کے

بعد جلا وطن ہو کر قینقاع شام کے علاقہ میں اور بنو نضیر خیبر وغیرہ میں چلے گئے ادھر قریش مکہ پہلے سے یہاں یہود اور منافقین کو خطوط لکھ کر نہ صرف مخالفت پر اکسا رہے تھے بلکہ یہ دھمکی بھی ساتھ تھی کہ اگر تم محمد ﷺ کو وہاں سے نکال نہ دو گے تو ہم تمہارے ساتھ جنگ بھی کریں گے ۔ (ابوداؤد)

اس وقت یہ اسباب باہمی ربط واتحاد کا بہانہ بن گئے اور اب قریش مکہ یہود مدینہ اور منافقین سب کی مجموعی طاقتیں اسلام کے خلاف کھڑی ہوگئیں مکہ سے مدینہ تک تمام قبائل میں ایک آگ سی لگ گئی چنانچہ غزوہ ذات الرقاع مورخہ ۱۰ محرم ۵ ھ اسی سازش کا نتیجہ تھا پھر غزوہ دومۃ الجندل جو ربیع الاول ۵ ھ میں واقع ہوا وہ بھی یہی متفقہ سازش تھی یہ سازشیں ایک عرصہ تک اسی طرح مختلف صورتوں میں ظاہر ہو کر ترقی کرتی رہیں ۔

غزوہ احزاب اور واقعہ خندق

بالآخر ذی قعدہ ۵ ھ میں سب نے اپنی پوری قوتیں جمع کر کے یک بارگی مدینہ پر حملہ کی ٹھہرائی اور اس طرح دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا ۔ نبی کریم ﷺ کو جب خبر ہوئی تو صحابہؓ کو جمع کر کے مشورہ کیا حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ کھلے میدان میں جنگ کرنا مناسب نہیں بلکہ جس طرف سے مدینہ کے اندران کے گھسنے کا احتمال ہے اس طرف خندق کھود دی جائے چنانچہ آپ ﷺ تین ہزار صحابہؓ کو ساتھ لے کر خندق کھودنے کے لئے خود کمر بستہ ہوگئے چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے میں خود سید الرسل ﷺ کے دست مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا (سیرت مغلطائی ص ۵۶)

ایک مرتبہ خندق کھودتے ہوئے ایک پتھر کی چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے سب کے سب عاجز ہوگئے آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے ایک پھاوڑا مارا تو اس کے ٹکڑے اڑ گئے غرض خندق تیار

ہوگئی ادھر کفار کا لشکر آپہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا تقریباً پندرہ روز تک مسلمان اس میں محصور رہے محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی رسد کی قلت صحابہ پر تین تین دن کے فاقے گزر گئے ۔ ایک روز مصنظر ہوکر صحابہؓ نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت ﷺ کو دکھائے کہ سب نے پیٹ سے پتھر باندھ رکھے تھے آپ ﷺ نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کر سکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسانے شروع کردیئے جانبین سے مسلسل تیر اندازی ہوئی ۔ اسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں ۔

کفار پر ہوا کا طوفان اور نصرت الہیٰ

بالآخر خداوند کریم نے اس بے سروسامان جماعت کی امداد فرمائی اور لشکر کفار پر ہوا کا ایک ایسا طوفان مسلط فرما دیا کہ خیموں کی چوبیں اکھڑ گئیں چولہوں سے دیگچیاں الٹ گئیں جس نے ان کی فوج کے حواس معطل کردیئے اوران کا سامان بھی ختم ہوگیا ۔

ادھر حضرت نعیم بن مسعود نے ایک ایسی تدبیر کی کہ جس سے کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی غرض ایسے اسباب جمع ہوگئے کہ اب کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں میدان صاف ہوگیا ۔

واقعات متفرقہ

اسی سال میں حج فرض ہوا اس تاریخ میں اور بھی مختلف اقوال ہیں اس سال ماہ جمادی الاولی میں آنحضرت ﷺ کے نواسے عبداللہ بن عثمانؓ یعنی رقیہؓ کے صاجزادے فوت ہوئے اور آخر شوال میں عائشہ صدیقہؓ کی والدہ کی وفات ہوئی اور ذی قعدہ میں زنیب بنت جحشؓ آپ ﷺ کے عقد میں آئیں اسی سال مدینہ میں زلزلہ آیا اور خسوف قمر ہوا ۔ (مغلطائی ص ۵۵)

۶ھ۔ صلح حدیبیہ بیعت رضوان

سلاطین دنیاکو دعوت اسلام

شروع ذی قعدہ ٦ھ میں نبی کریم ﷺ نے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا احرام باندھا صحابہ کی بھی ایک بڑی جماعت جس کی تعداد چودہ پندرہ سو بیان کی جاتی ہے آپ ﷺ کے ساتھ ہوئی (سیرت مغلطائی)

حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے اور اسی کے نام سے گاؤں کانام بھی ء مشہور ہے آپ ﷺ نے وہاں پہنچ کر قیام فرمایا۔

آپ ﷺ کا معجزہ

ایک کنواں بالکل خشک تھا آپ ﷺ کے اعجاز سے اس میں اتنا پانی آگیا کہ سب سیراب ہو گئے یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا کہ قریش کو مطلع کردیں کہ آنحضرت ﷺ اس وقت محض زیارت بیت اللہ اور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں اور کوئی سیاسی غرض نہیں۔ حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا ادھر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو قتل کردیا نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے جہاد پر بیعت لی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی بلکہ قریش نے سہل بن عمرو کو شرائط صلح کرنے کے لئے بھیجا۔ حسب ذیل شرائط طے ہوکر عہدنامہ لکھا گیا اور دس سال کے لئے باہمی صلح ہوگئی۔

١) مسلمان اس وقت واپس جائیں۔

٢) آئندہ سال صرف تین دن قیام کرکے واپس جائیں۔

٣) ہتھیار لگاکر نہ آئیں تلوار ساتھ میں ہو تو میان میں رکھیں۔

٤) مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں

۵) اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں

۶) اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیں ۔

۷) اور اگر مدینہ سے کوئی آجائے تو کفار اسے واپس نہ کریں گے ۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ تھی لیکن خداتعالی نے اس کا نام فتح رکھا اور اسی سفر میں سورہ فتح نازل ہوئی صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا سخت ناگوار تھا حضرت عمرؓ نے تو باصرار آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خدا کا یہی حکم ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی تمام فلاح مضمر ہے چنانچہ بعد کے واقعات نے اس معمہ کو حل کر دیا کیونکہ اس صلح کی بدولت اطمینان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان آمدورفت شروع ہوگئی کفار آپ ﷺ کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس آنے جانے لگے ادھر اسلامی اخلاق کی مقناطیسی کشش نے ان کو کھینچنا شروع کیا مؤرخین کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں اس قدر کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے اور درحقیقت یہ صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی ۔

سلاطین دنیا کو دعوتی خطوط

اسی صلح کی وجہ سے راستہ مامون ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ یہ حق کی آواز تمام دینا کے بادشاہوں تک بھی پہنچا دی جائے چنانچہ پھر عمرو بن امیہؓ کو اصحمہ نامی نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف بھیجا ۔اس نے آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کو دونوں آنکھوں پر رکھا اور تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور خوش دلی سے اسلام قبول کر لیا اور خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں انتقال کرگیا ۔ وحیہ کلبیؓ کو ہرقل نامی بادشاہ کے پاس بھیجا اسے بھی دلائل قاطعہ اور کتب سابقہ کی شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں چنانچہ اسلام لانے کا ارادہ کر لیا مگر اس پر تمام رعیت برہم ہوگی اور اس کو یہ

قوی خطرہ پیدا ہوگیا کہ اگر مسلمان ہوگیا تو یہ لوگ مجھے سلطنت سے معزول کر دیں گے اس لئے اسلام لانے سے رک گیا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کو کسری خسرو پرویز کج کلاہ ایران کی طرف روانہ فرمایا اس بدبخت نے نامہ مبارک کے ساتھ گستاخی کی اور چاک کر کے پارہ پارہ کر دیا جب آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس کی سلطنت کو اس طرح پارہ پارہ کرے جس طرح اس نے ہمارے خط کو کیا ہے سید الرسل کی دعا کیسے خالی جاتی تھوڑے ہی عرصہ بعد خسرو پرویز اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے نہایت بے دردی کے ساتھ مارا گیا اور حاطب بن ابی بلتعہ ؓ کو سلطان مصرو سکندریہ (مقوقس) کی طرف بھیجا اس کے دل میں بھی اللہ تعالی نے اسلام کی یہ حقانیت اور آپ ﷺ کی صداقت ڈال دی چنانچہ تحفے بھیجے جن میں ایک کنیز ماریہ قطبیہ ؓ اور ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار اور بیس جوڑے بھی ہدیہ میں تھے اور حضرت عمرو بن العاص ؓ کو بادشاہان عمان یعنی جیفر اور عبداللہ کے پاس بھیجا ان کو بھی ذاتی تحقیق اور کتب سابقہ کے ذریعہ سے آپ ﷺ کی نبوت کا کما حقہ یقین ہوگیا اور دونوں مسلمان ہوگئے اور اسی وقت سے مال زکوۃ کا جمع کرنا شروع کر دیا اور حضرت عمرو بن عاص ؓ کے سپرد کر دیا (از سرور المحزون وغیرہ)

حضرت خالد بن ولید ؓ اور عمرو بن العاص ؓ کا اسلام

خالد بن ولید اس وقت تک اسلام کے ہر معرکہ میں مسلمان وں کے خلاف جنگ کرتے تھے اکثر غزوات میں اور بالخصوص احد میں ان ہی کے ذریعہ کفار کے اکھڑے ہوئے پاؤں جمے تھے لیکن صلح حدیبیہ کے بعد بخود مسلمان ہونے کے لئے سفر کرتے ہیں راستہ میں عمرو بن عاص ؓ سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی قصد سے جا رہے ہیں دونوں ساتھ پہنچ کر مشرف بااسلام ہوئے (اصابہ للحافظ)

غزوہ خیبر فتح فدک و عمرہ قضا

یہود مدینہ بنونضیر جب خیبر[1] میں جاکر آباد ہوئے تو خیبر یہودیت کا مرکز بن گیا تھا یہ لوگ تمام اطراف کے عرب کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے محرم یا جمادی الاولی ۷ھ میں آنحضرت ﷺ چار سو پیادہ اور دو سو سواروں کے ساتھ ان پر جہاد کے لئے تشریف لے گئے قتل وقتال کے بعد اللہ تعالی نے ان مسلمانوں کو فتح دی اور یہود کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے اس جہاد میں حضرت علیؓ نے زیادہ حصہ لیا اور باب خیبر کو تنہا ہاتھ سے اکھاڑ دیا حالانکہ ستر آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے ۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس دروازہ کو آپؓ نے بجائے ڈھال کے استعمال کیا (زرقانی ص۲۲۹ ج۲)

فتح فدک

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہود فدک کی طرف ایک رسالہ بھیجا انہوں نے صلح کرلی ۔

عمرہ قضا

صلح حدیبیہ میں جو عمرہ چھوڑ دیا گیا تھا اور کفار قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تین دن سے زائد قیام نہ کریں گے اس سال حسب وعدہ آپ ﷺ مع تمام رفقاء کے پھر تشریف لے گئے اور شرائط معاہدہ کی پوری پابندی کے ساتھ ادا فرماکر تشریف لے آئے ۔

۸ھ ۔ سریہ موتہ فتح مکہ معظمہ

موتہ[2] ملک شام بلقاء کے مضافات میں بیت المقدس سے تقریباً دو منزل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے یہاں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پہلی جنگ ہوئی جس کا باعث یہ تھا کہ عمرو بن شر

---

[1] مدینہ طیبہ سے شام کی جانب تین چار منزل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر (زرقانی ۲۱۷ ج۲)

[2] بضم میم وسکون واؤ بغیر ہمزہ اور بعض کے نزدیک واؤ پر ہمزہ ہے ۱۲ (زرقانی ص۲۶۷ ج۲)۔

جیل نے جوشام روم کی طرف سے بصرہ کا گوزر تھا آنحضرت ﷺ کے قاصد حارث بن عمیرؓ کو قتل کر دیا تھا نبی اکرم ﷺ نے ۸ ھ کے نصف میں تین ہزار صحابہ کا لشکر اس کی طرف روانہ کیا جب لشکر موتہ کے قریب پہنچا تو رومیوں کو اطلاع ہوئی وہ ڈیڑھ لاکھ لشکر لے کر مقابلہ کے لئے نکلے چند روز جنگ ہونے کے

خدا تعالی نے ڈیڑھ لاکھ کفار پر تین ہزار مسلمانوں کا رعب اس طرح ڈال دیا کہ پسپا ہونے کے سوا ان کو کوئی صورت نجات نہ ملی (تلخیص السیرۃ)

فتح مکہ

حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا تھا مسلمان اپنی عادت کے موافق پوری پابندی کے ساتھ اس پر عامل تھے کہ ۸ ھ میں قریش نے عہد شکنی کی ۔ نبی کریم ﷺ نے ایک قاصد بھیج کر قریش کے سامنے چند شرطیں تجدید عہد صلح کے لئے پیش فرمائیں اور آخر میں تحریر فرما دیا کہ اگر یہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا قریش نے نقص معاہدہ کو ہی پسند کیا ۔

بالا آخر آپ ﷺ نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ ھ بروز چہار شنبہ عصر کے بعد دس ہزار صحابہ کی جمعیت کے ساتھ آپ ﷺ مدینہ سے نکلے مقام کدید یہ میں مغرب کا وقت ہوگیا تو روزہ افطار فرمایا مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کو لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ روانہ کیا کہ اوپر کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور ان سے فرمایا کہ جو شخص تم سے مقابلہ نہ کرے تم بھی اس سے قتال نہ کرنا ۔

ادھر دوسری جانب سے خود نبی کریم ﷺ داخل ہوئے اور اعلان فرمادیا کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے ۔ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے ۔ اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے البتہ صرف گیارہ مردوں اور عورتوں کا خون معاف نہ فرمایا جن کا وجود ہر قسم کے

فتنوں کا مجسمہ تھا مگر یہ سب منتشر ہو گئے اور پھر ان میں سے اکثر آدمی بعد فتح مکہ کے مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۲۰ رمضان یوم جمعہ کو نبی کریم ﷺ نے طواف کیا اس وقت تک کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جب آپ ﷺ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اشارہ فرما دیتے اور وہ بت منہ کے بل گر پڑتا تھا اور یہ آیت کریمہ زبان مبارک پر تھی۔
جاءالحق وزھق الباطل ان الباطل كان زھوقا۔

فتح مکہ کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک

طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ شیبی حاجب کعبہ سے لے لی اور اندر تشریف لے گئے وہاں سے باہر تشریف لانے کے بعد مقام ابراہیم پر نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے لوگ اس کے منتظر تھے کہ آج قریش کے حق میں آپ ﷺ کا کیا حکم صادر ہوتا ہے لیکن رحمت عالم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم ہر طرح سے آزاد ہو اور مامون ہو پھر کعبہ کی کنجی بھی ان ہی کو واپس کر دی (تلخیص السیرۃ)

نبی کریم ﷺ کا خلق اور ابو سفیان کا اسلام

ابو سفیانؓ جو اب تک نبی کریم ﷺ کے خلاف قریش کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور تقریباً قریش کے تمام معرکوں میں ان کی افواج کے افسر بھی یہی ہوتے تھے فتح مکہ سے پہلے اسلامی لشکر کی خبر لینے کے لئے مکہ سے باہر نکلے تھے صحابہ نے گرفتار کر لیا لیکن جب گرفتار ہو کر رحمتہ للعالمین کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں تو وہاں سے معافی کا حکم ہو جاتا ہے اور اسی کا یہ اثر ہے اابو سفیان فوراً اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں اور اب ہم ان کو حضرت ابو سفیانؓ کہتے ہیں۔ فتح مکہ کے دن ایک شخص ہانپتا کانپتا ہوا حاضر ہوا سراپا رحمت نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہرو مطمئن رہو میں کوئی بادشاہ نہیں بلکہ ایک معمولی عورت کا

بیٹا ہوں ۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ پندرہ روز مکہ معظمہ میں مقیم رہے اس وقت انصار کو یہ خیال ہو کر رنج تھا کہ اب نبی کریم ﷺ یہیں اقامت فرمائیں گے اور ہم آپ سے دور ہو جائیں گے مگر جب آپ ﷺ کو ان کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو فرمایا نہیں بلکہ اب تو ہماری موت وحیات تمہارے ساتھ ہے پھر حضرت عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا امیر مقرر فرما کر خود مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے ۔

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد عام طور سے عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہوگیا کیونکہ ان میں کثرت سے وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کی شوکت کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے اس وقت وہ سب کے سب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوگئے باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوں ۔

البتہ دو قبیلے ہوازن اور ثقیف غیرت کی وجہ سے آمادہ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف مسلمانوں کے قتال کے لئے بڑھے رسول ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے بارہ ہزار کا لشکر مقابلے کے لئے جمع کیا جن میں دس ہزار تو مہاجرین وانصار تھے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور یہ اب تک اسلامی لشکروں میں سب سے بڑی تعداد تھی ۔٦شوال ٨ھ کو یہ حزب اللہ (خدائی لشکر) روانہ ہوا اور جب وادی حنین میں پہنچا تو دشمن جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے فوراً مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے چونکہ ابھی تک ترتیب صفوف بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے اسلامی لشکر کا اگلا حصہ پسپا ہونے لگا ۔

اسی پسپائی کا ظاہری سبب تو یہی بے ترتیبی تھی لیکن حقیقی سبب وہ ہے جس کی طرف قرآن عزیز نے اشارہ کیا ہے یعنی مسلمان اس وقت خلاف عادت اپنی کثرت اور سازوسامان دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور

---

[1] سیرت مغلطائی بروایت بخاری ص ۱۰۷، اس میں اور بھی مختلف اقوال ہیں ۔

بعض صحابہ کی یہاں تک کہ صدیق اکبرؓ کی زبان پر یہ کلمات آگئے کہ آج توہم مغلوب نہیں ہوسکتے ۔ اس لئے مالک بے نیاز نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے یہ صورت ظاہر فرمائی تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ ہماری فتح وشکست ہمارے ہاتھوں اور تیروں تلواروں کا کھیل نہیں بلکہ

این ہمہ مستی وبیہوشی نہ حد بادہ بود
با حریفاں آنچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

اور غالباً اسی شعر کا ترجمہ کسی نے اردو زبان میں اس طرح کیا ہے :

کوکب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

بدر میں بے سروسامانی کے ساتھ فتح مبین اور حنین میں اس قدر سازو سامان کے باوجود شکست کا یہی راز تھا ۔

آنحضرت ﷺ اس وقت دوزرہ پہنے ہوئے ایک خچر پر سوار تھے جس کو دلدل کہا جاتا تھا قبائل کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کے ارشاد سے حضرت عباسؓ نے ایک دلیرانہ آزادی سے لوگوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے اور طرفین سے قتل وقتال شروع ہوگیا ۔

ایک عظیم الشان معجزہ ایک مٹھی سے تمام لشکر غنیم کو شکست

ادھر آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی اٹھا کر لشکر غنیم کیطرف پھنکی جس کو قدرت خداوندی نے مخالف لشکر کے ہر سپاہی کی آنکھ میں اس طرح پہنچا دیا تھا کہ کوئی ایک آنکھ اس سے بچ نہ سکی (سیرت مغلطائی ص ۲۷) آخر دشمن مرعوب ومغلوب ہوکر بھاگے مسلمانوں میں سے صرف چار آدمی اور کفار کے ستر آدمی مارے گئے مسلمانوں نے جوش وانتقام میں بچوں اور عورتوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ۔

غزوہ طائف

اس کے بعد آنحضرت ﷺ طائف کی طرف متوجہ ہوئے جہاں بنی ثقیف اور ہوازن کا مرکز تھا تقریباً اٹھارہ دن تک اس کا محاصرہ کیا لیکن فتح نہ ہوا جب آپ ﷺ وہاں تشریف لائے تو ابھی راستہ ہی میں تھے کہ مقام جعرانہ میں طائف سے قبیلہ ہوازن کے وفد آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور درخواست کی کہ حنین کے موقعہ پر جو ان کے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے تھے ان کو واپس کر دیں نبی کریم ﷺ نے منظور فرما کر ان کے قیدی واپس کر دیں جب آپ طائف سے آ کر مدینہ میں مقیم ہو گئے تو اہل طائف کا ایک وفد حاضر خدمت ہو کر اور خود درخواست کر کے داخل اسلام ہو گیا۔

عمرہ جعرانہ

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور احرام باندھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور اداء عمرہ کے بعد پھر مدینہ طیبہ کو واپسی ہوئی۔ ۶ ذی قعدہ ۸ھ کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

۹ھ

غزوہ تبوک حج الاسلام وفود کی آمد اور فوج در فوج

مسلمان ہونا تبوک اور اسلام میں چندہ کا رواج

طائف سے واپسی کے بعد ۹ھ کے نصف تک مدینہ میں مقیم رہے پھر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ غزوہ موتہ کے شکست خوردہ رومیوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مقام تبوک میں جو مسلمانوں سے چودہ میل کے فاصلے پر ہے بہت کچھ تیاریوں کر رکھی ہیں رسول ﷺ نے جہاد کی تیاری شروع کی لیکن اس وقت مسلمان قحط سالی کی وجہ سے نہایت تنگ دستی اور افلاس کی حالت میں تھے اور اس پر مزید کہ یہ سخت گرمی پڑ رہی تھی لیکن جانثاروں کی جماعت تھی کہ اس کے باوجود بھی جہاد کی تیاریاں شروع ہو گئیں

چندہ کیا گیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ لاکر رکھ دیا اور حضرت عثمانؓ[1] نے ایک عظیم الشان امداد سامان جنگ وغیرہ سے پیش کی جو نو سو اونٹ اور گھوڑوں پر مشتمل تھی۔

جمعرات کے روز ماہ رجب میں تیس ہزار صحابہ کی جمعیت لے کر آنحضرت ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے چلے۔

چند معجزات

راستہ میں ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ سب سے علیحدہ علیحدہ چل رہے ہیں تو فرمایا دنیا سے علیحدہ ہی چلیں گے اور علیحدہ ہی زندگی گزاریں گے اور علیحدہ وہی مریں گے چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا۔ اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی اور آپ کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ اس کی مہار ایک درخت میں فلاں جگہ الجھ گئی ہے وہاں جا کر دیکھا تو یہی صورت سامنے آئی (مغلطائی ص ۷۶) تبوک جب پہنچے تو اس جگہ کوئی نہ تھا ہرقل بادشاہ حمص چلا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اکیدر نصرانی کی طرف بھیجا اور پیشن گوئی کے طور پر فرمایا کہ تم رات کے وقت اس سے ملو گے کہ وہ جب شکار کر رہا ہو گا خالدؓ پہنچے تو ٹھیک یہی واقعہ پیش آیا اور اس کو گرفتار کر لائے۔

الغرض آپ ﷺ تقریباً پندرہ بیس روزہ وہیں مقیم رہے لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا تو واپسی کا ارادہ ہوا اور یہ آنحضرت ﷺ کا آخری غزوہ تھا رمضان المبارک ۹ھ میں واپس مدینہ پہنچے۔

مسجد ضرار کو آگ لگانا

---

[1] سیرت مغلطائی ص ۷۶

واپسی کے بعد آپ ﷺ نے اس جگہ آگ لگا دینے کا حکم فرمایا جو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف مشورہ کرنے کے لئے مسجد کے نام سے بنائی تھی اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کا نام مسجد رکھ دیا تھا (مغلطائی) اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مسجد ضرار درحقیقت مسجد نہ تھی۔

اسلام میں داخلہ

صلح حدیبیہ کے بعد جب راستے مامون ہوئے تو اشاعت اسلام جس کو امن وامان ہی کی ضرورت تھی ایک حد تک وسیع پیمانہ پر ہوسکی۔ اور اسی لئے اس صلح کا نام آسمانی دفتروں میں فتح رکھا ہوا تھا لیکن پھر بھی کچھ لوگ قریش کے دباؤ کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہوسکے تھے فتح مکہ نے اس قصہ کو بھی تمام کر دیا اور اب قرآن عظیم نے تمام عرب کے گھر گھر پہنچ کر اپنے اعجازی تصرف سے سب کے قلوب پر سکہ بیٹھا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو کسی طرح اسلام اور مسلمان کی صورت نہ دیکھنا چاہتے تھے آج جوق در جوق آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دور دراز کے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی صورت میں پہنچتے ہیں اور برضا ورغبت اسلام کے حلقہ بگوش بن کر اپنی جان ومال فدا کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں اور یہ وفود اکثر ۹ھ میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

وفد ثقیف

یہ وفد تبوک سے واپسی کے بعد ہی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوکر مشرف بااسلام ہوا پھر پے در پے وفود آنے شروع ہوگئے جن کی تعداد ستر تک نقل کی جاتی ہے ان میں سے بعض کے واقعات مختصراً یہ ہیں۔

وفد بنی فزارہ

پہلے ہی مسلمان ہوکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

وفد بنی تمیم

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مکالمات کے بعد سب کے سب مسلمان ہوکر وطن کو لوٹ گئے۔

وفد بنی سعد بن بکر وفد کے امیر ضمام بن ثعلبہؓ تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بہت سے سوالات کئے آپ ﷺ نے سب کے شافی جواب دیتے اور پوری تحقیق مذہب اور شرح صدر کے بعد مشرف باسلام ہوکر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور قوم میں تبلیغ کی جس کی وجہ سے ان کی ساری قوم مسلمان ہوگئی۔

وفد کندہ

سورہ صافات کی ابتدائی آیات سنتے ہی ان کے قلوب میں اسلام نے گھر کر لیا۔

وفد بنی عبدالقیس

پہلے نصاری، تھے سب کے سب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے آپ نے ضروری امور اسلامی ان کو تعلیم فرمائے۔

وفد بنی حنیفہ

بھی حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوگئے ان میں مسلیمہ بھی شامل تھا جو بعد میں نبت کا دعوی کر کے مسلیمہ کذاب کے نام سے پکارا گیا اس دعوی نبت کی بناء پر صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں جماعت صحابہ کے ہاتھوں سے مع اپنے رفقاء کے قتل کیا گیا۔

فائدہ: مسیلمہ کذاب بوقت دعوی بھی آنحضرت ﷺ اور قرآن واسلام کا منکر نہیں تھا[1] امام الحدیث و التفسیر شیخ ابوجعفر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ مسیلمہ نے اپنے مؤذن کو حکم دیا کہ اذان میں برابر اشھد ان محمد رسول اللہ کہا کرے لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعوی جائز نہیں بلکہ مطلقا دعوی نبت بہت سے نصوص قرآنی اور احادیث متواتر اور اجماعی عقیدہ نبوت سے انکار ہے اس لئے باجماع صحابہ مسیلمہ کا غیر تشریعی نبوت کا دعوی بھی کفر وارتداد سمجھا گیا اور باجماع صحابہ اس پر جہاد کیا گیا صحابہ کو اس کی اذان ونماز تلاوت قرآنی نے اس کو کافر س کہنے سے نہیں روکا۔

قادیانی مرزا صاحب جن کے دعوے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں یہی نہیں کہ اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل بتاتے ہیں بلکہ بہت سے انبیاء کی ایسی جگر خراش توہین کرتے ہیں کہ کسی شریف انسان سے ممکن نہیں بالمخصوص حضرت عیسی پر تو اپنا ترکش خالی کر دیا ہے اور دو بازاری گالیاں دی ہیں کہ کوئی مسلمان اس کو سن کر کسی طرح صبر نہیں کر سکتا جس کی تصدیق خود مرزا صاحب کی تصانیف ضمیمہ انجام اتھم اور دافع البلاء نزول المسیح سے ہر شخص کر سکتا ہے اور یہ اسی قسم کے بہت سے مشرکانہ دعوے دیکھ کر تمام اسلامی فرقوں کے علماء نے متفقہ طور پر ان کے کفر کا فتوی دیا اور ان کی نماز روزہ اور ان کی مزعومہ تبلیغ اسلام کی پرواہ نہ کی تو بلاشبہ اسوہ صحابہؓ کی پیروی کی ان پر اس میں کوئی ملامت نہیں کی جا سکتی۔

وفد بنی قحطان

جس کے امیر زید الخلیل تھے یہ بھی سب کے سب حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

وفد بنی الحارث

---

[1] اور اپنے آپ کو مستقل تشریعی نہیں کہتا تھا بلکہ ہمارے زمانہ کے قادیانی مرزا صاحب کی طرح غیر تشریعی طور پر آپ ﷺ کے ماتحت نبوت کا دعوی کرتا تھا۔

ان میں خالد بن الولیدؓ بھی تھے جو مع اپنے رفقاء کے مسلمان ہوگئے اسی طرح نبی اسد نبی محارب ہمدان غسان وغیرہ کے وفود کچھ حاضری سے پہلے اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے ۔ حمیر کے مختلف سردار جو اپنی اپنی جماعت کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے ان کی طرف سے قاصد یہ خبر لائے کہ ان سب نے برضا ورغبت اسلام قبول کر لیا اور اسی طرح پیادہ سوار وفود حاضر ہو کر اسلام لاتے رہے یہاں تک کہ ۱۰ھ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان تھے اور جو لوگ اس حج میں حاضر نہیں تھے ان کی تعداد بھی اس سے کئی گنا تھی۔

صدیق اکبرؓ کا امیر حج ہونا

غزوہ تبوک کے بعد ذی قعدہ ۹ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر حج بنا کر مکہ معظمہ روانہ فرمایا۔

۱۰ھ۔ حجتہ الاسلام

۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ روز دو شنبہ کو حضور اقدس ﷺ حج کے لئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے صحابہ کی بھی عظیم الشان جمعیت ساتھ ہوئی جس کی تعداد ایک لاکھ سے زائد منقول ہے مدینہ منورہ سے چھ میل بمقام ذوالحلیفہ احرام باندھا۔ ۴ ذی الحجہ کو بروز شنبہ میں داخل ہوئے اور حسب قواعد شرعیہ حج ادا فرمایا۔

خطبہ عرفات

نویں تاریخ کو عرفات تشریف لے جا کر آپ ﷺ نے ایک مفصل اور بلیغ خطبہ دیا جو نصائح اور حکم سے بھرا ہوا خدا کے رسول ﷺ کا آخری پیغام تھا خصوصاً اس کے مندرجہ ذیل ارشادات ہر مسلمان کو اپنے صفحہ دل پر لکھ لینے چاہئیں ۔

اے لوگو میرا کلام سنو تاکہ میں تمہارے لئے ضروری امور بیان کر دوں نہ معلوم کہ آئندہ سال پھر میں تم سے مل سکوں یا نہیں اس کے بعد فرمایا مسلمانوں کی جان ومال وآبرو تم پر قیامت تک اسی طرح حرام

ہے جیسے اس دن (عرفہ) اس مہینہ (ذی الحجہ) اور اس شہر (مکہ) کی حرمت ہے اس لئے جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اس کی امانت واپس کر دے۔ اس کے بعد فرمایا اے لوگو تمہاری عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور ان پر تمہارے حقوق ہیں اے لوگو مسلمان سب بھائی بھائی ہیں کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال بغیر اس کی خوشی کے حلال نہیں میرے بعد تم پھر کافر نہ ہو جاؤ کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو اس لئے کہ میں نے تمہارے لئے اپنے بعد خدا کی کتاب چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کے احکام کو مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

پھر ارشاد فرمایا اے لوگو تمہارا پروردگار ایک ہے تمہارے باپ ایک ہیں تم آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو متقی ہو کسی عربی کو کسی عجمی پر تقوی کے سوا کوئی فضلیت نہیں ہو سکتی۔ یاد رکھو کہ میں تبلیغ کر چکا یا اللہ تو گواہ ہے کہ میں تبلیغ کر چکا حاضرین کو چاہیئے کہ یہ کلمات غائبین کو پہنچا دیں حج سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس روز تک مکہ معظمہ میں مقیم رہ کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔

۱۱ھ۔ سریہ اسامہ اور مرض وفات

سریہ اسامہ

مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد ۲۶ صفر ۱۱ھ بروز شنبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ جہاد روم کے لئے تیار فرمایا جس میں صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور ابو عبیدہؓ جیسے اکابر شامل تھے مگر اس سریہ کے امیر حضرت اسامہ مقرر ہوئے اور آخری لشکر جس کی روانگی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود انتظام فرمایا تھا ابھی روانہ ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخار شروع ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض وفات

۲۸ صفر ۱۱ھ چہار شنبہ کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعاء مغفرت کی اور فرمایا:

اے اہل مقابر تمہیں اپنا حال اور قبروں کا یہ مقام مبارک ہو کیونکہ اب دینا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ صحیح روایات کے موافق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی اسی عرصہ میں آپ ﷺ کا مرض طویل اور سخت ہو گیا تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ ایام مرض میں عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں رہیں سب نے اجازت دے دی۔

صدیق اکبرؓ کی امامت

رفتہ رفتہ مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ ﷺ مسجد تک بھی تشریف نہ لا سکے تو ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت صدیق اکبرؓ نے تقریبا سترہ نمازیں پڑھائیں پھر ایک روزہ اتفاقاً صدیق اکبرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس پر گزرے تو وہ سب رو رہے تھے سبب پوچھا تو کہا کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہیں حضرت عباسؓ نے یہ خبر آپ ﷺ کو بھی پہنچا دی۔ یہ سن کر آپ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے حضرت عباسؓ آگے آگے تھے آپ ﷺ منبر پر چڑھے لیکن نیچے ہی سیڑھی پر جلوہ افروز رہے اور اوپر نہ چڑھ سکے اور بلیغ خطبہ دیا جس کے بعض کلمات یہ ہیں۔

آخر الانبیاء ﷺ کا آخری خطبہ

اے لوگوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا جو میں رہتا ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو ہاں تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے پس جو شخص کہ یہ پسند کرے کہ بروز قیامت اس حوض سے سیراب ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو لا یعنی اور بے ضرورت باتوں سے روکے میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ

حسن سلوک اور اتحاد کی وصیت کرتا ہوں اور ارشاد فرمایا کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکام اور بادشاہ ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور جب وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بے رحمی کرتے ہیں ۔ (دروس السیرۃ المحمدیہ)

اس کے بعد مکان میں تشریف لے گئے اور وفات سے پانچ یا تین روز پہلے ایک مرتبہ تشریف لائے سر مبارک بندھا ہوا تھا حضرت صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے تھے وہ پیچھے ہٹنے لگے آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ابو بکرؓ[2] کے بائیں جانب بیٹھ گئے نماز کے بعد ایک مختصر خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا ابوبکرؓ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن چونکہ خدا کے سوا کوئی نہیں اس لئے ابو بکرؓ میرے بھائی اور دوست ہیں ۔

اور فرمایا مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے ہیں وہ سب سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں ۔[3]

محدث ابن حبان نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ ہی خلیفہ ہیں۔

اس کے بعد دوسری ربیع الاول دوشنبہ کے روز لوگ صبح کی نماز حضرت صدیقؓ اکبر کے پیچھے پڑھ رہے تھے یکایک آپ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ کھول کر لوگوں کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا صدیق اکبرؓ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے اور خوشی کی وجہ سے صحابہ کے قلوب نماز میں منتشر ہونے لگے ۔

---

[1] صحیح یہ ہے کہ ظہر کی نماز تھی فتح الباری ۱۰۶اہندی ۱۲۔

[2] صحیح روایات کے موافق اس وقت آپ ہی امام تھے امام صدیق اکبرؓ اور تمام جماعت آپ ﷺ کی مقتدی تھی البتہ صدیق اکبرؓ بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے ۔ (مشکوۃ باب متابعۃ الاسلام ۱۲ منہ)

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری ۳۵۶ج ۱

در نماز خم ابروے تو چو یاد آمد

حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرو اور خود اندر تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد پھر باہر تشریف نہیں لائے اسی روز ظہر کے بعد اس عالم سے انتقال فرما کر رفیق اعلیٰ کے ساتھ واصل ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون صحیح بخاری کی روایات کے مطابق اس وقت حضور ﷺ کی عمر شریف تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔

آپ ﷺ کے آخری کلمات

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس مرض کے دوران میں کبھی کبھی آپ ﷺ چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کر فرماتے تھے کہ یہود ونصاریٰ پر اس لئے خدا کی لعنت آتی ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے غرض یہ تھی کہ مسلمان اس سے بچیں (بخاری ص ۱۰۵)

آہ رسول اللہ ﷺ نے آخری کلمات میں جس چیز سے ڈرایا تھا وہ بھی آج مسلمانوں نے نہ چھوڑا اور

تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع اول کو واقع ہوئی ہے اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آتے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو ہوا ان دونوں باتوں کے ملانے سے ربیع الاول روز دوشنبہ نہیں پڑتی اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے کتابت کی غلطی سے (۲ کا ۱۲) اور عربی عبارت میں ثانی شہر ربیع الاول کا ثانی عشر ربیع الاول بن گیا۔ حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اولیاء وصلحا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا نعوذباللہ ۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ قریب وفات آنحضرت ﷺ چھت کی طرف دیکھتے اور فرماتے تھے یعنی یا اللہ میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں بعض روایات میں ہے کہ آخری لمحات حیات میں زبان رسالت پر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے کلمات جاری رہے ۔[2] (خصائص کبریٰ)

وفات کی خبر صحابہؓ میں شائع ہوئی تو گویا سب کی عقلیں اڑ گئیں فاروق اعظم جیسے جلیل القدر صحابی فرط غم سے آپ ﷺ کی موت کا انکار کرنے لگے صدیق اکبرؓ اس وقت تشریف لائے تو ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو سن لے کہ آپ ﷺ وفات پا گئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ وہ حی قیوم آج بھی زندہ ہے یہ سن کر صحابہ کو کچھ ہوش آیا ۔

پھر چونکہ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کا قائم کرنا سب سے پہلا اور مقدم کام تھا کیونکہ دوسرے دینی و دنیوی معاملات کے خلل اور بیرونی واندرونی دشمنوں کے حملے کے علاوہ خود آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین سے پہلے ہی خلیفہ کا قائم کرنا ضروری تھا اس قضیہ کے طے ہونے میں کچھ دیر ہوئی اور میں پیر کے دن سے بدھ کی رات تک توقف ہوا بدھ کی رات حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ وغیرہ نے آپ ﷺ کو غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ قبر شریف حدیث کے موافق صدیقہ عائشہؓ کے حجرہ میں اسی جگہ کھود دی گئی جہاں وفات ہوئی تھی ۔ ابو طلحہؓ نے قبر کھودی اور حضرت علیؓ وعباسؓ نے قبر میں رکھا آپ ﷺ کی قبر شریف ایک بالشت اونچی رکھی گئی ۔

---

[1]بیہقی نے بروایت صدیقہؓ نقل کیا ہے کہ آخری لمحہ حیات میں زبان مبارک پر یہ الفاظ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کا کا اور ان لوگوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھو جو تمہارے قبضے میں ہیں۔

[2]حافظ ابن حجر اس قول کو ترجیح دی ہے فتح اباری ۱۰۲۔

سیرت نبوی ﷺ کو مختصراً بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہے آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ کا کچھ حصہ مختصراً پیش کر دیا جائے شاید خداوند کریم ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

آپ ﷺ کے اخلاق وخصائل و معجزات اخلاق شریفہ

آپ سب سے زیادہ شجاع وبہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے جب کبھی آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تھا فوراً عطا فرما دیتے تھے سب سے زیادہ حلیم وبربار تھے یہاں تک کہ صحابہ نے کفار کی ایک قوم کے متعلق آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ان کے متعلق بددعا فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمت ہو کر آیا ہوں عذاب بن کر نہیں آیا آپ ﷺ کا دندان مبارک شہید کیا گیا مگر اس وقت بھی ان کے لئے دعا مغفرت ہی فرماتے تھے آپ سب سے زیادہ حیادار تھے ۔آپ ﷺ کی نگاہ کسی چہرے پر نہ ٹھہرتی تھی اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے انتقام نہ لیتے تھے اور نہ غصہ ہوتے تھے ہاں جب حدود خداوندی پر دست اندازی کی جاتی تو غصہ آتا تھا اور جب غصہ آتا تو پھر آپ ﷺ کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا جب آپ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو ہمیشہ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے (تاکہ امت کے لئے سہولت ہو) آپ ﷺ نے کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا البتہ اگر مرغوب ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے آپ ﷺ تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ میز پر بیٹھ کر کھاتے تھے نہ سینی پر اور نہ کبھی آپ کے لئے پتلی چپاتی پکائی گئی لکڑی خربوزہ کو کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے شہدا اور تمام شریں کو طبعاً پسند فرماتے تھے ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ دینا سے تشریف لے گئے اور کبھی آپ ﷺ نے اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی آپ ﷺ کے گھر والوں پر دو دو مہینے

صاف اس طرح گزر جاتے تھے کہ چولہے میں آگ جلانے کی بھی نوبت نہ آتی تھی بلکہ صرف چھواروں اور پانی پر گزر ہوتی تھی۔

آپ ﷺ اپنا جوتا خود سی لیتے اور کپڑے میں پیوند خود لگاتے تھے اہل بیت کے کاروبار میں رہتے تھے مریضوں کی عیادت کرتے تھے جب کوئی آدمی آپ ﷺ کو دعوت دیتا خواہ امیر ہوتا یا مفلس اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے کسی مفلس کو اس کے فقیر کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے اس کے ملک کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے اپنے پیچھے اپنے غلام وغیرہ کو سوار کر لیتے تھے موٹے کپڑے پہنتے تھے اور گھٹے ہوئے جوتے پہن لیتے تھے سفید کپڑے آپ کو سب سے زیادہ پسند تھے کثرت سے اللہ تعالی کا ذکر کرتے اور بیکار باتوں سے اجتناب فرماتے تھے نماز کو طویل اور خطبہ مختصر پڑھتے تھے غلاموں اور مفلسوں کے ساتھ چلنے پھرنے سے پرہیز نہ فرماتے تھے کبھی کبھی ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں فرماتے تھے لیکن اس وقت بھی واقعہ کے خلاف نہ بولتے تھے تمام انسانوں سے زیادہ خندہ پیشانی وخوش خلق تھے عذر خواہ کا عذر قبول فرما لیتے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن مجید تھا جس چیز کو قرآن پسند کرتا اس کو آپ ﷺ بھی پسند فرماتے تھے جس کو قرآن پسند نہ کرتا تھا اس کو آپ ﷺ بھی ناپسند فرماتے تھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خوشبو سے بہتر کوئی خوشبو نہیں سونگی۔

معجزات

دنیوی بادشاہ جب کسی کو اپنی طرف سے کسی صوبہ کا عامل (گونر) بنا کر بھیجتے ہیں تو اس کے ساتھ کچھ نشانیاں دی جاتی ہیں کہ فوج وہ اختیارات جن کو عام رعایا نافذ نہیں کر سکتی اس طرح خدائے تعالی کے رسول جب دینا میں آتے ہیں تو ان کے قوت قاہرہ بھی ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک جاتی ہیں اسی قوت قاہرہ اور فوق العادت اختیارات کا نام معجزات اور خرق عادت ہے

ہمارے رسول کے معجزات تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے بھی تما انبیاء سابقین سے افضل ہیں اور زائدہیں۔

پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی مقدس ہستیوں تک محدود تھے اور آنحضرت ﷺ کا معجزہ قرآن آج بھی ہر مسلم کے ہاتھ میں ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری قومیں اور جن وانس عاجز ہیں اس کے علاوہ چاند کے دو ٹکڑے کر دینا انگلیوں سے پانی جاری ہونا کنکریوں کا تسبیح پڑھنا لکڑی کے ستون کا رونا درختوں کا آپ ﷺ کو اسلام کرنا درختوں کو بلانا اور ان کا آجانا ہزاروں پشین گوئیوں کا آفتاب کی طرح صادق ہونا وغیرہ وغیرہ ہزاروں معجزات ہیں جو نہ صرف آیات اور صحیح احادیث میں وارد ہیں بلکہ کفار کی شہادت سے بھی ثابت ہیں جن کو علماء متقدمین ومتاخرین نے مستقل تصنیفوں میں ثابت کیا ہے ۔علامہ سیوطیؒ کی خصائص کبری اور متاخرین میں رسالہ الکلام المبین اردو اسی مضمون میں لکھے گئے ہیں مگر اس مختصر رسالہ میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔اس پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

والحمد اللہ رب العالمین

مولای صل وسلم دائمہا ابدا

آخر میں مناسب معلوم ہوا آنحضرت ﷺ کے چند کلمات ونصیحت بھی لکھے جاویں اور ان کا مستقل نام جوامع الکلم ہے ۔

وآخر دعوانا ان الحمداللہ رب العلمین ۔

بندہ محمد شفیع دیوبند غفرلہ ولوالدیہ ومشایخہ

جوامع الکلم چہل حدیث

رسول مقبول ﷺ[1] نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری امت کے فائدے کے واسطے دین کے کام کی چالیس حدیثیں سنا دے گا اور حفظ کرے گا خدا تعالی اس کو قیامت کے دن عالموں شہیدوں کی جماعت میں اٹھائے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

عظیم الشان ثواب کے لئے سینکڑوں علماء امت نے اپنے اپنے طرز عمل میں چہل حدیث لکھیں جو مقبول ومفید ہوئیں ۔

حفظ حدیث کے دو طریق ہیں زبانی یاد کرکے پہنچا دے لکھ کر شائع کر دے اس لئے وعدہ حدیث میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو چہل حدیث طبع کرا کر شائع کرتے ہیں اس صورت میں چہل حدیث کا ہر نسخہ اس عظیم الشان ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے اس قدر سہل الحصول اور عظیم الشان ثواب سے بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی قسمت ۔ سراج المیز شرح جامع صیغر میں اسی مضمون کو عبارت ذیل میں ادا کیا ہے فلو حفظ فی کتاب ثم نقل الی ان من دخل فی وعد الحدیث ولو كتبها عشرین كنا با لا میری حثیت اور حوصلہ سے بہت زیادہ تھا کہ اس میدان میں قدم رکھتا لیکن جب آنحضرت ﷺ سوانح عمری سیرت خاتم الانبیاء ﷺ اس غرض سے لکھی کہ مبتدیوں اور عورتوں کو پڑھائی جائے تو مناسب معلوم ہوا کہ آخر میں کچھ احادیث کے مختصر جملے بھی درج کئے جائیں جن کو مبتدی بھی یاد کر سکیں ۔

اس ذیل میں خیال آیا کہ پوری چالیس حدیثیں کر دی جائیں تاکہ اس کے یاد کرنے والے چہل حدیث کے عظیم الشان ثواب کے بھی مستحق ہوجائیں اور شاید ان کی برکت سے یہ سراپا گناہ بھی ان بزرگوں کے خدام میں شمار ہو جائے ۔

(وما ذٰلک علی اللہ بعزیز)

---

[1] رواہ ابن عدی عباس وابن النجار ابی سعید کذافی الجامع الصغیر ۱۲ منہ۔

تنبیہ

۱) یہ احادیث سب نہایت صحیح اور قوی بخاری مسلم کی حدیثیں ہیں ۔

۲) چونکہ آج کل عام طور پر مسلمانوں کی اخلاقی حالت زیادہ تباہ ہوتی جارہی ہے اور بچپن میں تعلیم اخلاق موثر بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے اکثر احادیث وہی درج ہیں جو اعلی اخلاق اور تہذیب وتمدن کے زریں اصول ہیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)انما الاعمال بالنیات (بخاری مسلم)

ترجمہ: سارے عمل نیت سے ہیں ۔ (یعنی اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہوجاتے ہیں)

(۲)حق المسلم علی المسلم خمس ردالسلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز واجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس (بخاری ومسلم ترغیب)

ترجمہ: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱)اسلام کا جواب دینا ۔(۲)مریض کی مزاج پرسی کرنا ۔ (۳)جنازہ کے ساتھ جانا۔(۴)اس کی دعوت قبول کرنا ۔ (۵)چھینک کا جواب یرحمک اللہ کہہ کردینا۔

(۳)لایرحم اللہ من لایرحم الناس (بخاری ومسلم)

ترجمہ: اللہ تعالی اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔

(۴)لایدخل الجنۃ قتات (بخاری ومسلم)

ترجمہ: چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔

(۵)لایدخل الجنۃ قاطع (بخاری ومسلم)

ترجمہ :رشتہ قطع کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

(۶)الظلم ظلمات یوم القیامۃ۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ :ظلم قیامت کے وقت اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

(۷)ما اسفل من الکعبین من الا زارفی النار۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ :ٹخنوں کا جو حصہ پائجامہ کے نیچے رہے گا جہنم میں جائے گا۔

(۸)المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔(بخاری)
ترجمہ :مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(۹)من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ۔
ترجمہ :جو شخص نرم عادت سے محروم رہا وہ ساری بھلائی سے محروم رہا۔

(۱۰)لیس الشدید بالصرعۃ انماالشدید الذی یملک نفسہ عندالغضب ۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ :پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دیں بلکہ پہلوان وہی شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(۱۱)اذالم تستحی فاصنع ماشئت۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ :جب تم حیا نہ کرو جو چاہے کرو(یعنی جب حیا ہی نہیں تو ساری برائیاں برابر ہیں)

(۱۲)احسب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ :اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

(۱۳)لا تدخل الملئکۃ بیتافیہ کلب اوتصاویر۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ :اس گھر میں (رحمت)کے فرشتے نہیں آتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں۔

(۱۴)ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ: تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک محبوب ہے جو زیادہ خلیق ہو۔

(۱۵)الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر(بخاری ومسلم)
ترجمہ: دینا مسلمان کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

(۱۶)لا یحل لمومن ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ: مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔

(۱۷)لا یلدغ المرامن جحر واحد مرتین ۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ: انسان کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔(یعنی جس سے ایک مرتبہ نقصان پہنچتا ہے پھر وہ دوبارہ اس کے پاس نہیں جاتا)

(۱۸)الغنی غنی النفس ۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ: حقیقی غنا دل کا غنا ہوتا ہے۔

(۱۹)کن فی الدنیاکانک غریب اوعابر سبیل ۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ: دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا رہگذار رہتا ہے (یعنی زیادہ ٹھاٹھ نہ بناؤ)

(۲۰)کفی بالمراکذباان یحدث بکل ماسمع۔(مسلم از مشکوۃ)
ترجمہ: انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ جو بات سنے (بغیر تحقیق کے) لوگوں سے بیان کرنا شروع کردے۔

(۲۱)عم الرجل صنوابیہ ۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ: آدمی کا چچا اس کے باپ کے مانند ہے۔

(۲۲)من ستر مسلما ستره الله يوم القيامة-(بخاری ومسلم)
ترجمہ :جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائے گا۔

(۲۳)قد افلح من اسلم ورزق كفافا وقنعه الله بما اتاه-(مسلم)
ترجمہ :وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جس کو بقدر کفایت رزق مل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی روزی پر قناعت دے دی۔

(۲۴)اشد الناس عذابايوم القيامة المصورون -(بخاری ومسلم)
ترجمہ :سب سے سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے ۔

(۲۵)المسلم اخو المسلم-(بخاری ومسلم)
ترجمہ : مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ۔

(۲۶)لا يومن عبد حتى يحب لا خيه مايحب لنفسه-(بخاری ومسلم)
ترجمہ :کوئی بندہ اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ۔

(۲۷)لا يدخل الجنة من لا يامن جاره بوائقه (مسلم)
ترجمہ :وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاء سے محفوظ نہ رہے ۔

(۲۸)انا خاتم النبيين لا نبی بعدی-(بخاری ومسلم)
ترجمہ :میں آخری پیغمبر ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

(۲۹)لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا عباد الله اخوانا (بخاری)

ترجمہ :آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کے درپے نہ ہو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ رکھو اور اے اللہ کے بندو سب بھائی ہو کر رہو۔

(۳۰)ان الاسلام یهدم کان قبله و ان الهجرة تهدم ماکان قبلهاوان الحج یهدم ماکان قبله (مسلم مشکوة)

ترجمہ :اسلام ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے جو پہلے کئے تھے اور ہجرت اور حج ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتے ہیں جو اس سے پہلے کئے تھے۔

(۳۱)الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس وشهادة الزور ۔(بخاری ومسلم از مشکوة)

ترجمہ :کبیرہ گناہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہیں۔

(۳۲)من نفس عن مومن کربة من کرب الدینانفس اللهعنه علیه فی الدنیا والاخرة ومن ستر مسلماسترة اللهفی الدینا والا خرة واللهفی عون العبد فی عون خیه۔ (مسلماز مشکوة)

ترجمہ :جو شخص کسی مسلمان کو دینوی مصیبت سے چھڑائے اللہ تعالی اس کو قیامت کی مصیبتوں سے چھڑائے گا اور جو شخص کسی مفلس غریب پر (معاملہ میں)آسانی کرے اللہ تعالی اس دنیا وآخرت میں آسانی کرے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالی اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تعالی اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

(۳۳)ابغض الرجال عندالله الالد الخصم ۔(بخاری ومسلم)

ترجمہ :اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو آدمی ہے

(۳۴)کل بدعة ضلالة۔(مسلم)

ترجمہ: ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

(۳۵)الطهور شطر الايمان ۔(مسلم)
ترجمہ: پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔

(۳۶)احب البلاد الی الله مساجدها ۔(مسلم)
ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔

(۳۷)لا تتخذوا القبور مساجد (مسلم)
ترجمہ: قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ

(۳۸)لتسون صفوفكم اوليخالفن اللهبين وجوهكم۔(مسلم)
ترجمہ: نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں اختلاف ڈال دے گا۔

(۳۹)من صلی علی واحدة صلى اللهعليه عشرا۔
ترجمہ: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے

(۴۰)انماالاعمال بالخواتیم۔(بخاری ومسلم)
ترجمہ: سب اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔

اللهم صلى على سيدنا محمد ن المخصوص بجوامع الكلم وخواص الحكم واخر دعونا ان الحمدلله رب العلمين۔